تحفہ ... گرامی قدر
محترم ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی
... نظر ...

عبدالعزیز ...

# الاصلاح

## دائرہ حمیدیہ کا ماہوار علمی و مذہبی رسالہ

مرتبہ

امین احسن اصلاحی

---

رجسٹرڈ نمبر اے ۲۹۰۲

## دائرہ حمیدیہ کی اعانت

دائرہ حمیدیہ کی خدمت و اعانت، کتاب الٰہی کی خدمت و اعانت ہے۔ اسکی تین صورتیں ہیں:-

(۱) جو حضرات سو روپے یکمشت دائرہ کو عنایت فرمائیں گے وہ دائرہ کے معاون دائمی تصور ہوں گے۔ ان کو دائرہ کا رسالہ الاصلاح اور تمام مطبوعات ہدیۃً دیجائیں گی۔

(۲) جو حضرات پچاس روپے یکمشت عنایت فرمائیں گے ان کو رسالہ الاصلاح اور دائرہ کی دوسری مطبوعات برابر نصف قیمت پر دیجائیں گی۔

۳- جو حضرات دس روپے سالانہ عنایت فرمائیں گے ان کی خدمت میں الاصلاح ہدیۃً جاری کیا جائے گا اور سال بھر کی مطبوعات بلا قیمت بھیجی جائیں گی۔

## ہدایات و قواعد

۱- "الاصلاح" ہر انگریزی مہینہ کی پندرہ تک شائع ہوگا۔

۲- اگر مہینہ کے آخر تک پرچہ نہ پہنچے تو فوراً دفتر کو لکھکر منگوا لیجئے ورنہ بقیمت بھیجا جائے گا۔

۳- مضامین وغیرہ اڈیٹر کے نام بھیجئے اور دفتر سے متعلق امور کیلئے تمام خط و کتابت منیجر سے کیجئے۔

۴- دفتر سے خط و کتابت کرنے میں خریداروں کو نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دینا چاہیے۔

۵- چندہ سالانہ چار روپے۔ بیرون ہند کے لئے چھ روپے۔ فی پرچہ چھ آنے۔

محمد عبدالاحد اصلاحی منیجر دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڈھ

محمد عبدالاحد اصلاحی طابع و ناشر نے اصلاح پریس سرائے میر اعظم گڈھ میں چھپا کر شائع کیا۔

# دائرہ حمیدیہ کی اردو مطبوعات

## تفسیر سورۂ اخلاص

استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ اخلاص کی تفسیر اردو میں لکھی ہے۔ اس سورہ کی ہر دور میں بیشمار تفسیریں لکھی گئیں۔ لیکن اہل نظر نے اعتراف کیا ہے کہ علامہ فراہی کی تفسیر میں جو نکتے بیان ہوئے ہیں، ان سے تمام تفسیریں خالی ہیں۔ کتابت و طباعت بہترین، کاغذ نہایت عمدہ۔ قیمت :۔ ۵ر

## تفسیر سورۂ والتین

استاذ امام علامہ فراہی رحمۃ اللہ کی تفسیر سورۂ والتین کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں تین، زیتون، طور سینین اور بلد امین سے وجوہ استشہاد اور ان کی تحقیق کے متعلق مصنف نے جو کچھ لکھا ہے وہ تحقیق اور وسعت نظر کا اعجاز ہے۔ قیمت ۶ر

## تفسیر سورۂ کوثر

استاذ امام مولانا فراہی رحمۃ اللہ کی تفسیر سورہ کوثر کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں کوثر کی تحقیق، خانہ کعبہ کی روحانی حقیقت اور نماز اور قربانی کے اسرار و حقائق پر مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس کی اصلی عظمت کا اندازہ صرف مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ کتابت و طباعت جاذب نظر تقطیع $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ حجم ۱۲۳ صفحے۔ قیمت ۸ر

| جلد ۴ | ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۹ء | نمبر ۶ |

فہرست مضامین

شذرات — امین احسن اصلاحی — ۲ – ۸

معارف قرآن

تفسیر سورہ ذاریات — استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ — ۹ – ۲۳
اقسام القرآن — ” ” ” — ۲۴ – ۳۱

مقالات

پروپگنڈا — جناب مولوی حافظ عبد الاحد صاحب اصلاحی — ۳۲ – ۳۸
مسلمانان روس — .............. — ۳۹ – ۴۷

تلخیصات

شرق عربی کی بیداری — ا ۔ ن — ۴۸ – ۵۱
لیڈر — ” — ۵۲ – ۵۵

حکمت غرب

مارکس اینجلس کے خیالات — جناب مولوی نیاز احمد صاحب صدیقی ایم اے — ۵۶ – ۵۹
تقریظ و تبصرہ — ع ۔ ن — ۶۰ – ۶۴

# شذرات

**غریبِ شہر** ۲۱ جون ۳۹ء کی شام کو مولانا عبید اللہ صاحب سندھی نے مدرسۃ الاصلاح کو اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی۔ شاید کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ سے مولانا کے نہایت گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ نیز مدرسہ کے قیام کے بالکل ابتدائی ایام میں مولانا شبلی نعمانیؒ کی دعوت پر ایک مرتبہ مولانا اس ویرانہ کو نواز چکے ہیں۔ ان گوناگوں روابط اخلاص کو اتنی طویل مفارقت اور جلاوطنی کے بعد بھی مولانا نے بھلایا نہیں اور ہندوستان آنے کے بعد اپنی دوسری مصروفیتوں پر یہاں کی تشریف آوری کو مقدم رکھا اور اپنے دیرینہ نیازمندوں کو مفتخر فرمایا۔

---

کئی روز کی طویل طویل صحبت و ملاقات اور تبادلۂ خیالات و افکار کے بعد جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، ہم نے انھیں جو کچھ سمجھا ہے، اس پر انشاء اللہ کبھی مفصل لکھیں گے۔ یہ سطریں نہایت عجلت اور انتشار کی حالت میں قلمبند ہو رہی ہیں، اس وجہ سے صرف چند سرسری اشارات پر قناعت کی جاتی ہے۔

ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ مولانا کی بعض تقریروں اور تحریروں کی بنا پر جن لوگوں نے مولانا کو سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ سخت غلط فہمی میں ہیں۔ اور وہ لوگ بھی ان کی نسبت کوئی صحیح رائے نہیں قائم کر سکتے ہیں جنھوں نے ان سے عاجلانہ تبادلۂ خیال کیا ہے۔ ان کو سمجھنے کے لئے صبر و سکون کے ساتھ ان کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ ان کا علم نہایت گہرا ہے اور ان کی رائیں برسوں تک ان کے دماغ میں پک کر نکلی ہیں۔ ایک وسیع تجربہ، ایک وسیع مطالعہ، ایک متفکر دماغ، ایک ڈوب





جانے والی عقل اور مستقبل کے پردوں کو چاک کر کے دیکھنے والی نظر ان کے ساتھ ہے۔ پس وہ جو کچھ کہتے ہیں کسی مرعوبانہ ذہنیت اور عاجلانہ تاثر کا نتیجہ نہیں ہے۔ فکر و مطالعہ اور تجربہ و مشاہدہ کا نچوڑ ہے۔ بڑی ناانصافی ہوگی اگر ان کو سمجھنے کیلئے ہم جلدبازی کریں اور انتہائی ظلم ہوگا اگر ان کو کسی پارٹی کا آدمی سمجھا جائے اور اس کی وجہ سے ان کو قریب سے دیکھنے کی کوشش نہ کی جائے۔

---

ہمیں خود مولانا کی بعض باتوں سے اختلاف ہے لیکن اس کے اعتراف میں ذرا تکلف نہیں ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے لئے اپنے پاس دلائل رکھتے ہیں۔ ضرور نہیں کہ ہم ان کے دلائل سے متفق ہی ہوں مگر نفس دلائل سے انکار ناممکن ہے۔ وہ بے لچک ضرور ہیں مگر اس حد تک نہیں کہ دوسروں کے دلائل نہ سن سکیں۔ ایک عاقل دلیل سے اعراض نہیں کر سکتا۔ اور ایک سراپا اخلاص، اخلاص کے مقابل میں ضدی نہیں بن سکتا۔ مگر ہر شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ نری بجاتی ان کو قائل نہیں کر سکتی۔ وہ مخاطب کو پہلے ٹٹولتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات جس طرح بلی چوہے سے کھیلتی ہے، اسی طرح مخاطب سے کھیلنے لگتے ہیں، بعض اوقات جھنجھلا جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہمت کر کے ان کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ اپنے دل کے دروازے کھول دیتے ہیں اور ایسی بے لوث محبت سے باتیں کرتے ہیں کہ آدمی ساری تلخیوں کو بھول جاتا ہے۔

---

ہر شخص جانتا ہے کہ مولانا ایک کٹر مذہبی آدمی ہیں۔ شیخ الہندؒ کے خاص معتمد رہ چکے ہیں۔ یورپ میں قیام کے باوجود صورۃً ملا ہیں۔ ان کی ہر بات میں ایمان و اسلام کی گرمی ہے۔ ہر مشکل میں خدا سے التجا کر کے رو پڑنا کامیابی کی کلید جانتے ہیں۔ قرآن ان کی ساری زندگی میں غور و فکر کا موضوع رہا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ کے بلا اختلاف وہ اس وقت سب سے بڑے عالم ہیں۔ ایک ایسے شخص کی نسبت

کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کر سکتا کہ وہ ہم کو بہنے والی رو کے ساتھ بہ جانے کی دعوت دیگا۔ پھر وہ کہاں جا رہے ہیں؟ اور ہم کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ باتیں ان سے پوچھنے اور سمجھنے کی ہیں۔ اور ہم ان تمام لوگوں کو جو مسلمانوں کے مستقبل پر غور کرتے ہیں، دعوت دیتے ہیں کہ وہ ان کو سمجھنے میں دیر نہ کریں اور اس ضروری کام میں غلط خودداری کو روک نہ بننے دیں۔

---

مولانا کسی خاص پارٹی کے نقیب نہیں ہیں۔ قرآن کی حکومت عدل کے قیام کے داعی ہیں۔ اس منزل تک وہ کس طرح پہنچیں گے؟ اور کن راہوں سے ہو کر گذریں گے؟ ان سوالوں کا جواب وہ دیتے ہیں۔ اس کے لئے ان کے پاس عملی پروگرام ہے اور لاریب اس مسئلہ پر انھوں نے ممکن حد تک غور کیا ہے اور وہ بجا طور پر کہتے ہیں کہ اگر ایک جانباز پارٹی اس پروگرام کی تکمیل کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی تو یہ مسلمانوں کی موت کے ہم معنی ہے۔ حفاظت مذہب و دین کے تمام دعاوی دھرے رہ جائیں گے، اور آنے والے حوادث کا ایک ہی جھٹکا ہماری قبائے دین و سیاست کے تمام بخیے ادھیڑ کے رکھدیگا۔

---

مولانا نے حضرت شاہ ولی اللہ کے اندر وقت کا ہادی پالیا ہے۔ وہ ان کے نزدیک قرآن کی حکمت و سیاست دونوں کے بہترین شارح ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وقت کی عقلیت اور "یہودی ساختہ" کا توڑ صرف شاہ ولی اللہ کی حکمت میں ہے۔ یہی چیز آنے والے انقلاب میں مسلمانوں کو قیادت کی جگہ دلائے گی۔ بین الاقوامی انقلاب کے عالمگیر تلاطم میں ان کے دین کی حفاظت کرے گی۔ اور سیاسی دنیا کو ایمان و اسلام کے لئے سازگار بنائے گی۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ کو جتنا بہتر مولانا نے سمجھا ہے اس کی دوسری مثال مشکل سے مل سکے گی۔ ان کے مباحث کا ہر گوشہ ان کی نظر میں ہے۔ وہ ان کے فلسفہ کے مزاج میں دخل پاگئے ہیں اور اپنی گفتگو میں اس طرح ان سے استدلال کرتے





ہیں گویا ان کے نکات کے حافظ ہیں۔ ان کی صحبت میں پہلی مرتبہ یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس وسعت کے ساتھ ہماری پیش آنے والی ضروریات پر غور فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک شاہ صاحبؒ کے فلسفہ کا درس و مطالعہ بجائے خود ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے پس اس خدمت میں الاصلاح اگر کچھ شرکت کر سکے تو یہ اس کے لئے موجب سعادت دارین ہے۔

---

مولانا کا یقین بھی ایک حیرت انگیز یقین ہے۔ اس یقین میں بڑی کشش اور قوت ہے۔ انکی رایوں میں تردد کا شائبہ اور اضطراب کا عکس بھی نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ یقین جوش میں آجاتا ہے اس وقت اس کی آنچ پاس بیٹھنے والے محسوس کرتے ہیں۔ یہی چیز بعض اوقات تند ہو کر ان کو اپنے مخالفوں کیلئے سخت گیر بنا دیتی ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ کاش ان میں یہ بات نہ ہو۔ مگر ہم ان کا عذر بھی جانتے ہیں۔ وہ اپنی راہ منزل کے آثار تک، دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ راستہ کے خطرات سے واقف ہیں، پیچھے رہ جانے والوں اور پیچھے رہ جانے کی دعوت دینے والوں کے انجام کو جانتے ہیں۔ اور جو یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو وہ لوگوں کو سرزنش کرنے میں مصلحت بین اور اعتدال پسند نہیں ہو سکتا۔ سچی محبت وہمی خطرات کو بھی ہولناک صورت میں دکھاتی ہے۔ اور یہاں تو واقعی خطرات ہیں جن کو مولانا دیکھ رہے ہیں پھر اگر قوم کی محبت ان کو دیوانہ بنا دے تو کیا تعجب ہے!!

---

مولانا قرآن کا رشتہ نسل و قوم اور جماعت سے کاٹ کر انسانیت اور عقل سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ قرآن پورے روئے سرزمین پر اس وقت برسا تھا جب دنیا اور اس کی عقل اس کے لئے پیاسی تھی، آج بھی دنیا اور انسانیت اس کے لئے پیاسی ہے۔ مولانا چاہتے ہیں کہ آج بھی قرآن برسے مگر زمین کے

گرد و غبار اور اس کی کثافتوں سے پاک ہوکر، دنیا کی پکار کا جواب بنکر، روح کے لیے پیام تسلی بنکر، عقل کے لیے طمانیت لیکر، پیٹ کے لئے غذا بنکر، فرد کے لئے زندگی بنکر، سماج کے لئے نظام بنکر، اور ساری دنیا کے لئے ابر کرم بن کر ...... اس کے لئے وہ ایک عملی پروگرام رکھتے ہیں جس کا کم سے کم حاصل ان کے نزدیک یہ ہے کہ قرآن کا نظام دنیا کا ذہنی اور عملی نظام بن جائے گا۔

---

مولانا اخباری ہنگاموں پر اعتقاد نہیں رکھتے، وہ اپنا پروگرام شائع کرکے اس کو بازاروں میں بکنے والی چیز نہیں بنانا چاہتے۔ وہ دل و دماغ ڈھونڈھ رہے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ اگر چند "خرد بافتہ" اور "ناعاقبت اندیش" بھی ان کے دل کے بھیدوں کو سمجھ گئے تو ان کا مشن پورا ہو کے رہے گا۔ وہ چند تجربہ کار بوڑھوں کے بھی متلاشی ہیں جو ان کو مشورہ دیں مگر انکی نظر نوجوانوں پر ہے۔ وہ ان کے سامنے ان کا مستقبل دکھا دینا چاہتے ہیں۔ اور جس جانبازی کو اپنے مقاصد کیلئے ضروری سمجھتے ہیں اسکی حرارت انہی کے خون میں پاتے ہیں۔ وہ ظرافت کے انداز میں فرماتے ہیں کہ مجھے نوجوان چاہئیں تاکہ میں انہیں "بگاڑ دوں"۔ اور غالباً اس جرم کی سزا میں سقراط کی طرح بوڑھوں کی عدالت سے سزائے موت کا فتویٰ سننے اور زہر کا پیالہ پینے کے لئے آمادہ ہیں۔

---

مولانا کا اقدام تہورانہ اقدام ہے۔ وہ سازگار ساعت کے انتظار میں لیت و لعل نہیں کرنا چاہتے اور مصالح کو زنجیر پا بنے دینا چاہتے۔ انکی نظر آگے ہے پیچھے مڑکر دیکھنے کیلئے آمادہ نہیں ہیں۔ انکا ایمان و یقین ان کا رہبر ہے۔ ہماری دلی آرزو ہے کہ نوجوانوں کی فوج سے پہلے ان کو چند دانائے راز اور ہمت ور بوڑھوں کی رفاقت حاصل ہو۔ ایسے بوڑھے ہماری قوم میں موجود ہیں۔ انکی محبت و دل سوزی اور عقل و دانش اگر مولانا کی مددگار ہو جائے تو ہم کو یقین ہے کہ وسط و اعتدال کی ایک شاہراہ پر ہم چل پڑیں گے۔ اور محبت کے ساتھ مولانا سمجھوتہ کرنے میں بیدردہ ثابت ہوں گے۔ مولانا سے جن باتوں پر اختلاف ہو سکتا ہے وہ ساری





نہیں ہیں۔ سرسری ہیں۔ اگر اصلی مقصد میں اتفاق ہو جائے اور اس کے لیے سچی سرگرمی ظہور میں آجائے تو مولانا ان جزئیات امور پر انشاء اللہ اصرار نہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مدد کرے اور ان کی محنتوں کو ہماری آئندہ نسلوں کی دینی و دنیاوی ترقی کا فتح باب بنائے۔

---

**کتبخانہ کیلئے قیمتی ہدیہ**

مدرسہ کے کتبخانہ کیلئے دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن اور دائرۃ المعارف کی مطبوعات برابر ہدیۃً ملتی ہیں۔ حال میں دارالترجمہ کی مطبوعات کی ایک قسط موصول ہوئی ہے جو حسب ذیل کتب پر مشتمل ہے، ہم ادارہ دارالترجمہ اور سرکار آصفیہ کے شکریہ کے ساتھ ..... کتابوں کی فہرست شائع کرتے ہیں۔

(۱) اصول نفسیات جلد اول، ترجمہ مولوی احسان احمد صاحب۔

(۲) تاریخ انگلستان حصہ اول، ترجمہ مولوی سید ہاشمی صاحب۔

(۳) تاریخ یونان جلد چارم، ترجمہ پروفیسر محمد ہارون خان صاحب شروانی۔

(۴) اصول وطریق محصول، ترجمہ پروفیسر محمد حبیب الرحمن صاحب۔

(۵) حکومت ہائے یورپ حصہ دوم، ترجمہ قاضی تلمذ حسین صاحب۔

(۶) اصول معاشیات جلد اول، ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب۔

(۷) فلسفہ نتائجیت مولوی عبدالباری ندوی۔

(۸) اصول نفسیات جلد دوم، ترجمہ مولوی احسان احمد صاحب۔

(۹) نظریہ مبادلات خارجہ، ترجمہ پروفیسر محمد حبیب الرحمن صاحب۔

(۱۰) یورپ سولھویں صدی میں، ترجمہ مولوی رحیم الدین صاحب۔

(۱۱) زر اور ذرائع مبادلہ، ترجمہ مولوی احمد محی الدین صاحب۔

(۱۲) تاریخ فیروز شاہی، ترجمہ مولوی فدا علی صاحب طالب

(۱۳) تاریخ دولت عثمانیہ جلد اول، ترجمہ مسٹر ایم، پکتھال و مولوی سید احمد صاحب و مولوی سید حمید الدین صاحب۔

(۱۴) نظریہ خیر و شر کی پہلی کتاب، ترجمہ مولوی خواجہ عبد القدوس صاحب۔

(۱۵) تاریخ الکامل عہد بنی عباس حصہ اول ترجمہ مولوی سید ابو الخیر صاحب مودودی۔

(۱۶) ہند کے سیاسی مسلک کا نشو و نما، ترجمہ مولوی محمد عبد الستار صاحب۔

(۱۷) آئین اکبری حصہ اول، ترجمہ مولوی فدا علی صاحب طالب۔

(۱۸) اصول معاشیات جلد دوم، ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب۔

(۱۹) تاریخ ہند برائے فوقانیہ، تالیف مولوی سید ہاشمی صاحب (بار ششم)

(۲۰) انڈیا ان پرتگیز لٹریچر، تالیف مس آمنہ پوپ صاحبہ۔

---

**دارالاقامہ کی تعمیر:** دارالاقامہ کی تعمیر جاری ہے۔ چونکہ برسات سے پہلے چھت کا پٹ جانا ضروری ہے اسلئے ہر طرح کے مصائب و شدائد جھیل کر گارڈر وغیرہ مہیا کئے گئے۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ عمارت بچ جائیگی۔ مدرسہ کی تمام عمارتوں میں مسجد کے سوا یہ عمارت سب سے زیادہ خوبصورت بھی ہو شاندار ہے لیکن اس عمارت سے زیادہ اس عمارت کی تاریخ شاندار ہے جن حالات کے اندر یہ بنی ہے اور اسکی تکمیل کیلئے کارکنوں کو جن صبر آزمائش سے گزرنا پڑا ہے وہ ایک عبرت بخش داستان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اسکی تعمیر اب قابل اطمینان حد تک پہنچ گئی ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ جتنا کام باقی رہ گیا ہے وہ بھی پورا ہو جائے اور اسکی وجہ سے کارکنان مدرسہ جن مالی تنگیوں میں گرفتار ہوگئے ہیں ان سے بھی نجات ملے۔

اس عمارت کی تعمیر میں یوں تو بہت سے مسلمانوں نے حسب استطاعت حصہ لیا ہے اور کارکنان مدرسہ سب کی ہمدردی کے شکرگزار ہیں لیکن اصلی اعانت انکی ہے جناب شیخ سلیمان صاحب حضرت پوری ندیم مگر نیز جناب حاجی حافظ ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اور جناب مولوی عبد الغنی صاحب افغانی کی ہے جن کی گرانقدر عنایات ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو دین و دنیا میں بہترین صلہ دے۔ اور انکے ذریعہ سے قوم کی تعمیر کی اس سے بڑی بڑی خدمتیں انجام پائیں۔ جو کام باقی رہ گیا ہے اسکی تکمیل کیلئے اور اس عمارت کی وجہ سے مدرسہ پر جو بار ہو گیا ہے اسکے سبکدوش ہونے کیلئے مدرسہ کے ہاتھ اپنے ہمدردوں کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ بوجھ بھاری ہے لیکن اسکو اٹھانے والے بھی کم نہیں ہیں۔ اگر انھوں نے توجہ فرمائی تو اپنی تھوڑی تھوڑی اعانتوں سے اس مشکل کو حل کر سکتے ہیں۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔





# معارف قرآن

## تفسیر سورۂ ذاریات

(۱)

مصنفہ استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ

ترجمہ امین احسن اصلاحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا (۱) فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا (۲) فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا (۳)
فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (۴) اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ (۵) وَّاِنَّ الدِّيْنَ
لَوَاقِعٌ (۶) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ (۷) اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ (۸)
يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (۹) قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ (۱۰) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ
غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (۱۱) يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (۱۲) يَوْمَ هُمْ
عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۱۳) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ (۱۴)

قسم ہے ہواؤں کی، جو اڑاتی ہیں غبار (۱) پھر اٹھاتی ہیں بوجھ (۲) پھر چلنے لگتی ہیں آہستہ (۳) پھر الگ الگ کرتی ہیں معاملہ کو (۴) کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچ ہے (۵) اور یہ کہ جزا واقع ہو کے رہے گی (۶) قسم ہے دھاریوں والے بادلوں کی (۷) بیشک تم ایک اختلاف میں پڑے ہوئے ہو (۸) اس سے وہی روگردانی کرتے ہیں جنکی بصیرت الٹ گئی ہو (۹) ناس ہوں اٹکل دوڑانے والے (۱۰) جو غفلت میں پڑے ہوئے بھولے ہیں (۱۱) پوچھتے ہیں بدلہ کا دن کب آئیگا؟ (۱۲) جس دن وہ آگ پر تپائے جائینگے (۱۳) چکھو مزہ اپنے فتنہ کا، یہی ہے جس کیلئے تم جلدی مچائے ہوئے تھے (۱۴)

---

## ۱۔ سورہ کا عمود، ماقبل سے تعلق اور اسکا اندرونی نظم

یہ سورہ ان ساتوں سورتوں (از ق تا واقعہ) میں سے دوسری سورہ ہے جو رسالت اور قرآن کو اس پہلو سے ثابت کر رہی ہیں کہ یہ جزا کی خبر اور مشرکین اور منکرین انبیاء و کتب کیلئے انذار اور پیام وعید ہیں۔ پس عمود ان تمام سورتوں کا ایک ہی ہے، لیکن اس پر بحث و استدلال مختلف پہلوؤں سے ہوا ہے جیسا کہ سابق سورہ کی تفسیر میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔ یہاں ہم اس کے عمود کے مختلف پہلوؤں میں سے صرف اس پہلو سے تعرض کریں گے جو اس سورہ سے مخصوص ہے اور جو اس کو سابق سورہ سے ممتاز کر رہا ہے۔

سابق سورہ میں بعث (قیامت کے دن اٹھایا جانا) کا اثبات اور اس سے متعلق مخالفین کے تمام شبہات کی تردید ہے اور اس سورہ میں جزاء (قیامت کے دن بدلہ دیا جانا) کا اثبات ہے۔ چنانچہ سابق سورہ یعنی "ق" کا آغاز یوں ہوتا ہے۔





| | |
|---|---|
| قٓ، وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ بَلْ | ق، قرآن مجید کی قسم بلکہ ان کو تعجب ہے |
| عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ | کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانیوالا |
| فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ | آیا۔ پس کافروں نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ |
| عَجِيْبٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا | آیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے |
| ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ | تو لوٹائے جائیں گے! یہ لوٹایا جانا تو بہت دور ہے؟ |

اس کے بعد بعث پر دلیل قائم کی اور منکرین کے انجام کی طرف اشارہ فرمایا۔

| | |
|---|---|
| كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ | ان سے پہلے انکار کیا نوح کی قوم، اور کنوئیں |
| الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَ | والے اور ثمود نے اور عاد اور فرعون اور لوط |
| اِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ | کے بھائیوں نے اور بن والوں نے اور تبع |
| تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ | کی قوم نے۔ ہر ایک نے انبیاء کا انکار کیا |
| | پس ہماری وعید واقع ہوئی۔ |

ان قوموں کے واقعات کی تفصیل نہیں کی صرف اجمالا اشارہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی بعث کے اثبات میں وہ سادہ فطری دلیلیں بیان کر دی ہیں جو نہایت واضح ہیں۔ اور آخر میں پیغمبر صلعم کو استقامت، نماز اور تذکیر کا حکم دیا۔ اور سب سے آخر میں فرمایا۔

| | |
|---|---|
| يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ | جس دن کہ زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائیگی |
| سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا | اور وہ اس سے سرعت کے ساتھ نکلے |
| يَسِيْرٌ ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ | ہوں گے۔ یہ اکٹھا کر لینا ہمارے لئے بہت سہل |
| وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ | ہے ہم جانتے ہیں، جو کچھ وہ کہتے ہیں اور تم |
| بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ | ان پر جابر بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو، پس قرآن کے ذریعہ |
| | یاد دہانی کرو ان لوگوں کو جو میری وعید سے ڈرتے ہیں۔ |

رہی یہ سورہ (ذاریات) تو چونکہ اس کا عمود دینونت اور جزاء کا پہلو ہے اس لئے پہلے دینونت اور جزاء پر شہادتیں پیش کیں اور اس کے بعد اصل عمود کو صاف لفظوں میں پیش کر دیا ہے۔

| | |
|---|---|
| إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ | جس بات کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے بالکل |
| وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ | سچ ہے اور جزاء واقع ہو کے رہے گی۔ |

اور یہ وعدہ اور دینونت دونوں اپنے اندر رحمت اور عذاب کے دوگونہ پہلو رکھتے ہیں۔ مومنین کے لئے فلاح و کامیابی کا وعدہ ہے اور منکرین کے لئے عذاب و نامرادی کا۔ اسی طرح "دین" یعنی جزاء کا مفہوم یہ ہے کہ ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق دیدیا جائے گا۔ نیکوکار اور پرہیزگار کو اس کی پرہیزگاری کا پورا پورا صلہ، اور جھگڑالو اور متکبر کو اس کی ضد اور شرارت کی سزا۔ پس اس عموم کے تقاضے سے اس کے بعد جو احوال و واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں بھی یہ دونوں پہلو ملحوظ ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا | اور آسمان میں تمہاری روزی ہے اور وہ چیز |
| تُوعَدُونَ | جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ |

اس میں "وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے" کا عموم دونوں پہلوؤں یعنی باران رحمت اور صاعقہ عذاب کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

اس کے بعد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ | کیا تم نے ابراہیم کے محترم مہمانوں کا |
| إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ | واقعہ سنا۔ |

اور یہ واقعہ بشارت اور عذاب دونوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جو فرشتے آئے وہ ایک قوم کے لئے زندگی کی بشارت اور دوسری قوم کے لئے موت و ہلاکت کا عذاب لیکر آئے۔ یہ حقیقت سورہ حجر میں نہایت ہی خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ واضح ہو گئی ہے۔





| | |
|---|---|
| نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ | میرے بندوں کو خبر دو کہ میں بخشنے والا |
| الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ | مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب نہایت دردناک |
| الْأَلِيمُ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ | ہے اور ان کو ابراہیم کے مہمانوں کے |
| إِبْرَاهِيمَ | متعلق خبر دو۔ |

لیکن چونکہ اس سورہ میں انذار کا پہلو غالب تھا اس لئے اس میں قوموں کی بربادی کے واقعات ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں مگر آگے چل کر تم دیکھو گے کہ یہ تمام واقعات رحمت اور عذاب دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ البتہ رحمت کا پہلو اچھی طرح واضح نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے، ثانیاً اس کے بیان کے لئے مستقل سورتیں ہیں جنہیں انہی تمام واقعات کے اندر سے اہل ایمان کی نجات کے پہلو کو واضح کیا ہے۔ پس یہاں صرف یہ کیا کہ ان واقعات کے بعد اس اصولی حقیقت کی طرف بالاجمال اشارہ کر دیا۔ اور اس کی تقریر یوں ہے کہ اللہ واحد نے اپنی قوت و حکمت سے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور خلق کو تمام تر دو دو کے جوڑا جوڑا بنایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ دنیا عبث اور بے مقصد نہیں بنائی گئی ہے۔ اور اس غایت و مقصد کی تکمیل کے لئے لازمی ہے کہ اس کے لئے ایک اجل معین بھی مقدر ہو اور رحمت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ نقمت بھی ظہور میں آئے۔ اس طرح یہاں توحید کی دعوت ایک ایسے پہلو سے دی ہے جس سے جزاء اور دینونت کی دلیل بھی پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں ہم اس کی طرف بالاجمال اشارہ کرتے ہیں۔ تفصیلات انشاء اللہ اپنے محل میں آئیں گی۔

## ۲۔ الفاظ کی تحقیق اور جملوں کی تاویل

(از ۱ - ۱۴)

وَالذَّارِيَاتِ | الذاریات یعنی الریاح = الذاریات (غبار اڑانے والی ہوائیں) ذرو

کے معنی ہیں غبار، راکھ، پتیوں کو اڑانا۔ عربی زبان میں ریاح (ہوا) کے لئے یہ صفت مشہور و معلوم ہے۔ اعشیٰ بکر بن وائل کا شعر ہے۔

یجری بہ الغلام شبہ حریق　　فی یبیس تذروہ ریح شمال

بس وہ نوجوان کو لیکر اس طرح دوڑا جس طرح آگ خشک پتیوں میں جبکہ باد شمال اڑائے لئے پھرتی ہے۔

اس شہرت کی وجہ سے، عربی زبان کے عام اسلوب کے مطابق، صرف صفت کو ذکر کیا، موصوف کو حذف کر دیا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔

**فالحاملات وقرا** | جب صفات کا عطف "ف" کے ساتھ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان صفات میں ترتیب ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سب ایک ہی چیز کی صفتیں ہیں، بلکہ بسا اوقات "و" کے ساتھ عطف ہوتا ہے حالانکہ قسم ایک ہی چیز کی ہوتی ہے۔ اس کی مثال سورہ مرسلات میں موجود ہے۔ پس یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ یہ مختلف چیزوں کی صفتیں ہیں۔ یہ نظائر قرآن اور کلام عرب کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

| | |
|---|---|
| وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ | گواہی دیتے ہیں وہ جو ہانپتے دوڑتے ہیں۔ |
| قَدْحًا۔ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا | پھر ٹھوکروں سے چنگاریاں نکالتے ہیں پھر |
| فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ | صبح کو دھاوا کرتے ہیں، پھر غبار اٹھاتے ہیں پھر |
| بِهٖ جَمْعًا | غول میں گھس جاتے ہیں۔ |

ابن زیابہ کہتا ہے۔

یا لہف زیابة للحارث　　الصابح فالغانم فالآئب

زیابہ کی طرف سے افسوس ہے حارث پر جس نے غارتگری کی، غنیمت لوٹی اور لوٹ گیا

علاوہ ازیں ان کو مختلف چیزوں کی صفت قرار دینے کی یوں بھی ضرورت نہیں ہے کہ یہ





ایک ہی موصوف کے ساتھ پوری مناسبت سے جڑ جاتی ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔

"وقر" کے معنی بوجھ اور گرانی کے ہیں۔ یہاں چونکہ مطلق ہے اس لئے ہر وہ چیز اس سے مراد ہو سکتی ہے جس کو ہوائیں اٹھاتی ہوں۔ اس کی تفصیل بھی آگے ملے گی۔ پس ہم اس سے بادلوں کو بھی مراد لے سکتے ہیں کیونکہ وہ بھی بھاری بوجھ ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا ہے۔ وینشئ السحاب الثقال۔ اور ہواؤں کے صفات میں سب سے زیادہ مشہور و معلوم صفت ان کا بادلوں کو اٹھانا ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ

**فالمقسمٰت امرا** | "قسم الامر" کے معنی ہیں معاملہ کے مختلف پہلوؤں کو الگ الگ ممیز و ممتاز کر دیا۔ یہی معنی قسم الامر کے بھی ہیں لیکن جس طرح "کسّر" کے مقابل میں "کسر" میں مبالغہ زیادہ ہے اسی طرح مقدم الذکر میں مبالغہ زیادہ ہے۔ مرار بن منقذ اپنے ایک شعر میں گدھے کی تعریف کرتا ہے جو گھاس کے مواقع کا جائزہ لے رہا ہے۔

ظل فی اعلی یفاع جاذلا　　یقسم الامر کقسم الموتمر

وہ ٹیلہ کی بلندی پر سر اٹھائے ہوئے ایک خود رائے کی طرح معاملہ میں فرق و امتیاز کرتا رہا۔

اور ہواؤں کے عجائب تصرفات اور ان کے فرق و امتیاز کی نیرنگیاں عجیب ہیں۔ ایک قوم کے ساتھ ان کا معاملہ کچھ ہے دوسری قوم کے ساتھ کچھ۔ کسی قوم کے لئے یہ ابر کرم کی بشارت بنکر نمودار ہوتی ہیں، کسی قوم کے لئے طوفان عذاب۔ آگے چلکر ہم اس کی کسی قدر تفصیل کریں گے۔

اور ارادی افعال کی نسبت غیر ذوی العقول کی طرف کلام عرب اور قرآن مجید کا ایک معروف اسلوب ہے۔

**انما توعدون لصادق** | "توعدون" وعدہ سے ہے۔ یعنی وہ تمام باتیں جن کا

انبیاء کی زبانی وعدہ کیا گیا ہے اور جن پر نہایت قطعی اور واضح دلیلیں قائم ہو چکی ہیں۔ قرآن مجید میں بار بار یہ بات دہرائی گئی ہے کہ قیامت، بعث اور اعمال کے مطابق بدلہ، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہیں۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا، وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا، اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا | اسی کی جانب تم سب کو لوٹنا ہے، اللہ کا پورا ہونیوالا وعدہ ہے۔ وہ خلق کا آغاز کرتا ہے پھر اسکا اعادہ کریگا تاکہ ایمان لانیوالوں کو بدلہ دے |

دوسری جگہ فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا | اور انہوں نے پکی قسمیں کھائیں کہ جو مرجائیں گے ان کو اللہ نہیں اٹھائے گا۔ ہاں ضرور اٹھائیگا یہ اس پر وعدہ ہے پورا ہو کے رہے گا۔ |

نیز فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| لِيَعْلَمُوْا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا | تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت آکے رہے گی اس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ |

اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں

مسلمانوں کے لئے غلبہ اور کافروں کے لئے ناکامی و نامرادی کا جو وعدہ ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ | تم میں سے جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو زمین میں جانشینی |





| | |
|---|---|
| فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ | دے گا جیسے کہ اس نے ان کو جانشینی دی جو ان سے پہلے تھے۔ |

یہ مضمون بھی کئی جگہ بیان ہوا ہے۔ پس ’انما توعدون‘ کے عموم میں ویسے تو یہ ساری باتیں آجائیں گی لیکن یہاں موقع کی مناسبت اس کو بعث کے ساتھ مخصوص کردیگی کیونکہ اوپر کی آیات اور بعد میں وقوع جزاء کا بیان اس سے مناسبت رکھتے ہیں۔

**وان الدین لواقع** دین ـــــــ مومنت اور جزاء۔ یہ بھی ’ما توعدون‘ کے عموم میں داخل ہے۔ یہ عطف، عطف خاص علی العام یا عطف جزء علی الکل کے قبیل سے ہے۔ یہ اسلوب اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب معطوف کو خاص اہمیت کے ساتھ بیان کرنا ہو۔ یہاں اس کا موقع بالکل ظاہر ہے کیونکہ موت کے بعد اٹھائے جانے سے مقصود دین یعنی جزا ہی ہے۔ اس کی تصریح ایک سے زیادہ مقامات میں موجود ہے۔

**والسماء ذات الحبک** لفظ ’سماء‘ بہت سے معانی کے لئے بولا جاتا ہے۔ از انجملہ اس کا اطلاق بادلوں پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| قِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ | اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان (بادل) تھم جا |

ہمارے نزدیک والسماء ذات الحبک میں بھی سماء سے بادل ہی مراد ہیں اور اس کے وجوہ یہ ہیں۔

۱۔ اوپر ہواؤں کی قسم کھائی ہے۔ اور ہواؤں اور بادلوں کی مناسبت بالکل ظاہر ہے۔ کئی جگہ دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہوا ہے۔

۲۔ مقسم علیہ اور مقسم بہ کی مناسبت اسی معنی کو چاہتی ہے۔ تفصیل اپنے محل میں آئے گی۔

۳۔ ’ذات الحبک‘ کی صفت بھی اس معنی کے لئے ایک نہایت قوی ثبوت ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ’حبک‘ کے معنی باندھنے اور گرہ لگانے کے ہیں نہیں ہوتیں مضبوطی اور

استواری کے لئے استعمال ہو جو کسی چیز کی بناوٹ میں پیدا کی جائے۔ اسی سے حباک ہے جس کی جمع حُبُک آتی ہے۔ حباک ان دھاریوں، شکنوں اور خطوط کو کہتے ہیں جو کسی خوب گفش اور مضبوط بناوٹ کے کپڑے میں نمایاں ہو جاتے ہیں۔ زہیر بن ابی سلمیٰ اپنے ایک شعر میں چشمہ کا ذکر کرتا ہے، جس پر سے ہوا نے گذر کر اس میں لہریں پیدا کر دی ہیں۔

مکلل باصول النبت تنسجہ  ریح خریق لضاحی مائہ حبک

نباتات سے احاطہ کئے ہوئے ہیں، تیز و تند ہوا اس پر سے گذرتی ہے تو اس کی کھلی ہوئی سطح پر لہریں نمودار ہو جاتی ہیں

فراء 'ذات الحبک' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے: "حبک سے مراد لہریں اور شکنیں ہیں، اس طرح کی لہریں اور شکنیں جیسی کہ ریت یا ساکن پانی میں جبکہ اس پر ہوا چل جائے، پیدا ہو جاتی ہیں"۔ دجال والی حدیث میں ہے: "ان شعرہ حبک حبک" "اس کے بال شکن در شکن ہوں گے"۔ یہیں سے یہ بادلوں کی تعریف کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ بادلوں کے ٹکڑے بھی آسمان میں تہ بہ تہ موجوں اور تو بر تو روئی کے گالوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ امراء القیس فلک بوس محلوں کی تعریف کرتا ہے جن پر ابر چھایا ہوا ہے۔

تلاعب اولاد الوعول رباعہا  دوین السماء فی رؤس المجادل

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . .

مکللۃ حمراء ذات اسرۃ  لہا حبک کانہا من وصائل

ان محلوں پر سرخ اور دھاریوں والے بادل چھائے ہوئے ہیں، گویا کہ منقش چادریں ہیں۔

"مکللۃ حمراء ذات اسرۃ" یعنی جن پر سرخ رنگ اور دھاریوں والے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ یہ موسم سرما کے بادلوں کی تعریف ہے۔ اور ان کی تہوں اور ان کے رنگ کی یہ نہایت صحیح تصویر ہے۔ چنانچہ خنساء موسم سرما کے انہی بادلوں کا ذکر کرتی ہے۔





حین الریاح بلائل  نکب ھوا تجہا صواد

جس وقت کہ خشک اور بے تکی ہوائیں چلتی تھیں، جن کے جھونکے سرد ہوتے تھے۔

ینفین عن لیط السماء  ظلائلا والماء جامد

وہ آسمان سے بادلوں کو ہنکاتی تھیں، اور پانی جما ہوا تھا۔

مزقا تطیر دما الریا  ح کانہا خرق طرائد

بادلوں کے ٹکڑے جنکو ہوائیں ہنکائے پھرتی ہیں گویا دھجیوں کے دل ہیں جنکو ہوا اڑائے پھرتی ہے۔

باقی جن لوگوں نے 'ذات الحبک' سے برج کواکب کو مراد لیا ہے۔ خواہ اس کی مضبوطی و استواری کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس میں تارے ٹنکے ہوئے ہیں، ہمارے نزدیک ان کی رائے صحیح نہیں ہے۔ حبک یہاں مصدر نہیں ہے، بلکہ جمع ہے جو دھاریوں، شکنوں لہروں اور خطوط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ پس کسی طرح بھی اس سے اس تاروں والی چھت کو مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔ خواہ اس کی مضبوطی کا پہلو پیش نظر ہو یا جگمگاتے ہوئے تاروں کی تابانی کا لحاظ ہو۔

انکم لفی قول مختلف | تم اختلاف میں ہو ـــــ یعنی جزاء کے واقع ہونے کے باب میں، جیسا کہ فرمایا ہے۔

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ. عَنِ النَّبَإِ — کس چیز کی ان میں پوچھ گچھ ہو رہی ہے؟
الْعَظِيمِ. الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ — اس بڑی خبر کی، جس میں کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور
كَلَّا سَيَعْلَمُونَ — کوئی کچھ۔ کچھ نہیں: ابھی انہیں معلوم ہو جائیگا۔

موقع کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب قسم نہیں ہے بلکہ ان کے قول پر ملامت اور تشنیع ہے۔ جواب قسم پہلی قسم کے بعد گذر چکا ہے جس کے بعد دوبارہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ کبھی کبھی

ایسا ہوتا ہے کہ زجر و ملامت کا جملہ قسم کے بعد آتا ہے اور وہاں جواب قسم مذکور نہیں ہوتا موقع سے سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً

| | |
|---|---|
| قٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۔ بَلْ عَجِبُوْٓا | ق ۔ قرآن مجید کی قسم ، بلکہ ان کو تعجب ہے کہ ان کے |
| اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ | پاس ایک ڈرانے والا انہی میں سے آیا تو کافروں |
| الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ | نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ |

دوسری جگہ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۔ وَالْیَوْمِ | قسم ہے برجوں والے آسمان کی اور وعدہ |
| الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ | کئے ہوئے دن کی اور دیکھنے والے کی اور جو دیکھا |
| قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ | ناس ہو ایندھن بھری آگ کی گھاٹی والے۔ |

اس اسلوب کی مثالیں قرآن مجید میں بہت ہیں۔

یوفک عنه من افک | یہ مستقل جملہ ہے۔ قول مختلف کی صفت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کی بصیرت اندھی ہو جاتی ہے وہ جزا کے یقین سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ افک کے معنی ہیں کسی شے کو بالکل الٹ دینا۔ اسی سے افک ہے جس کے معنی جھوٹ اور دروغ کے ہیں۔ مافوک کے معنی محروم بصیرت کے ہیں۔ بیت کا مصرع ہے۔ مالی اراک عاجزا افیکا

قتل الخراصون | خرص النخل والکرم کے معنی ہیں کھجور یا انگور کی ٹہنی پر جو پھل ہیں ان کا تخمینہ کیا۔ خرص فی الحدیث کے معنی ہیں ایک جانی بوجھی بات یونہی اڑا دی۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ قیامت کے بارے میں مختلف قسم کی باتیں محض اٹکل سے کہتے ہیں۔ ان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ اس مضمون کو دوسرے لفظوں میں قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مقامات میں بیان کیا ہے۔ مثلاً بل ادرک علمهم فی الاخرة، بل هم فی شک منها (بلکہ ان کا علم





آخرت کے بارہ میں گڈمڈ ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں) دوسری جگہ قیامت کے بارہ میں ان کا قول نقل کیا ہے۔

| | |
|---|---|
| ان نظن الا ظنا وما نحن | محض ایک گمان ہے جو ہم کر رہے ہیں اور |
| بمستیقنین | ہم یقین کرنے والے نہیں۔ |

الذین هم فی غمرة ساهون | فی غمرة، یعنی شدید غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کے لئے فی غطاء یا فی جاهلیة وغیرہ کے الفاظ بھی عربی میں مستعمل ہیں۔ ساهون خبر کے بعد دوسری خبر ہے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے غفلت کا دوام و استمرار ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی ان پر غفلت کی ایسی خنیطاری ہے جو کسی وقت نہیں ٹوٹتی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کے احساس سے بالکل محروم ہیں جن کے احساس سے ان کو محروم نہیں ہونا تھا۔ یہ ان کی اس حالت کا بیان ہے جو ان کی اوپر بیان کی ہوئی بیماری کی جڑ ہے۔ یعنی غفلت اور شہوات میں انہماک کی وجہ سے ان کی عاقبت بینی کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں۔ جملہ کا مقصود ان کے اس شک پر ملامت کرنا ہے جو ان کے کمال جسارت اور آخرت اور تعلیم انبیاء سے بے پروائی کا نتیجہ ہے۔ اور اس حقیقت کا اظہار بعد کے سوال سے ہو رہا ہے۔

ایان یوم الدین | یہ سوال انکار، جلد بازی اور استہزاء تینوں کا آئینہ دار ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عصیان و طغیان کی آخری حد ہے۔ سورہ قیامہ میں بھی یہ سوال موجود ہے اور انہی خصوصیات کے ساتھ۔ بل یرید الانسان لیفجر امامه ۔ یسئل ایان یوم القیمة۔ چنانچہ جواب ٹھیک ٹھیک ان کے سوال کے مطابق دیا۔ فرمایا

یوم هم علی النار یفتنون | یوم کا نصب بربنائے ظرفیت ہے۔ یعنی جزا کا دن اس وقت ظہور میں آئیگا جس وقت وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ یہاں یوم بمعنی وقت ہے۔ اس معنی

کے لئے قرآن میں شواہد موجود ہیں مثلاً فذلک یومئذ یوم عسیر۔ یومئذ۔ یعنی وقتئذٍ۔
بعضوں نے اس کو محل رفع میں قرار دیا ہے، اور نصب کی وجہ غیر متمکن کی طرف مضاف ہونا بتایا ہے۔
ہر چند یہ بات اصول اعراب کے خلاف نہیں لیکن یہاں یہ صورت موزوں نہیں ہے۔ یہاں تو یہ سوال
یوم جزاء کے موقع کے متعلق ہے نہ کہ نفس یوم جزاء کے متعلق۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ جواب اس مفہوم کے
اعتبار سے لیا جائے جو ان کے سوال سے سمجھ میں آتا ہے۔ گویا ان کا سوال یوں ہے کہ ایان ھذا
الدین یہ جزاء کب ہے؟ اور اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ وہ فلاں دن پیش آئے گی۔

'فتنۃ' کے معنی ہیں اس کو پرکھا، جانچا، امتحان کیا۔ یہیں سے 'فتنۃ' ہر اس راحت و تکلیف کو کہنے لگے جس سے انسان کی عقل اور اس کی عزیمت کا امتحان ہو سکے۔ 'فتنتہ المرأۃ، فتنہ الشیطان' کے معنی ہوں گے عورت نے اس کو فریفتہ کر لیا، شیطان نے اس کو ورغلا دیا۔ 'فتنت الذھب' کے معنی ہیں سونے کو آگ میں ڈال کے کھرے کھوٹے کو پرکھ لیا۔ یہیں سے دینار مفتون اور ورق فتین وغیرہ کے استعمالات پیدا ہو گئے۔ پتھریلی زمین کو بھی فتین کہتے ہیں کہ اس کے پتھر بھی جلے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک ہی معنی کے مختلف پہلو ہیں۔ پس یہاں یفتنون کے لفظ سے دو معانی کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ ایک تو احراق کے معنی کی طرف دوسرے اس بات کی طرف کہ یہ آگ ان شہوات و زخارف دنیا کی آگ ہے جن میں وہ آزمائے گئے تھے اور جن میں پڑ کر وہ جزاء کے دن سے بے پرواہو گئے اور اپنی سرمستیوں میں کھو گئے۔ بعد کے ٹکڑے سے اس کی توضیح ہوتی ہے۔ اور چونکہ سوال میں ہٹ دھرمی اور استہزاء کی شرارت موجود تھی اس لئے جواب اس کے مطابق دیا۔

ذوقوا فتنتکم یعنی دنیا کی جن چیزوں پر تم ریجھے ہوئے تھے ان کی اصلی حقیقت تمہارے سامنے کھل گئی۔ وہاں تم غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے اس لئے ان کا اصلی مزہ نہ معلوم کر سکے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان کے مزہ سے واقف ہو جاؤ۔





یہاں کلام میں کچھ حذف نہیں ہے۔ بلکہ جزء کا موقع التفات کا ہے۔ غائب کو سامنے لانے کے لئے ان کو مخاطب کر دیا ہے گویا جزا کا دن آگیا، وہ آگ کے سامنے کھڑے کر دیئے گئے اور یہ بات ان سے کہی جا رہی ہے۔

(باقی)

---

# فاتحہ نظام القرآن و تاویل القرآن بالفرقان

(عربی)

یہ کتاب استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ کی تین کتابوں کا مجموعہ ہے۔ مقدمہ تفسیر نظام القرآن، تفسیر آیۃ بسم اللہ، تفسیر سورہ فاتحہ۔ مقدمہ میں مولاناؒ نے اپنی تفسیر کے تمام اصول بیان کئے ہیں، اور ان تمام اصولی مباحث سے تعرض کیا ہے جن کی قرآن پر تدبر کرنے والے ہر طالب علم کو ضرورت پیش آتی ہے۔ یہ اصولی مباحث ۱۷ ہیں۔

آخر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ ان تفسیروں میں مصنفؒ نے جو حکیمانہ نکات و حقائق بیان کئے ہیں وہ مطالعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

جو لوگ قرآن مجید کو محققانہ طریق پر سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے اس مقدمہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ باطنی خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی ظاہری کتابت و طباعت اور کاغذ کا بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ قیمت:- بارہ ۱۲ آنے۔

'منیجر'

# اقسامُ القرآن

(۲)

## قسم کی ضرورت اسکی تاریخ اس کے طریقے اور اسکا اصلی ابتدائی مفہوم

۶۔ بعض اوقات آدمی مخاطب کو مطمئن کرنے کے لئے ضرورت محسوس کرتا ہے کہ اپنے کسی بیان یا وعدہ کو موکد کرے۔ خصوصیت کے ساتھ اہم قومی اجتماعی معاملات میں ایسا ہونا ناگزیر ہے۔ ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ، یا بادشاہ رعایا کے ساتھ یا عام افراد آپس میں کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو باہمی اعتماد و اطمینان کے لئے اس طرح کی تاکید و توثیق ضروری سمجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ چیز موافق کو مخالف اور دوست کو دشمن سے پہچاننے کا معیار قرار پا جاتی ہے۔

اس تمدنی ضرورت نے طرح طرح کے طریقے اور خاص خاص الفاظ پیدا کر دیئے، جن سے لوگ اس تاکید کا اظہار کرنے لگے۔ یہ قسم کی اصل ہوئی۔ رومیوں، عربوں اور عبرانیوں کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض اوقات اس تاکید کا اظہار دہنا ہاتھ پکڑ کر کرتے تھے۔ جب معاہدہ کے وقت ایک فریق دوسرے فریق کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا تو یہ معاہدہ کی پختگی اور مضبوطی کے ساتھ اس کی پابندی کا اظہار و اقرار ہوتا تھا۔ گویا یہ ہیئت ان کی طرف سے اس امر کا اعلان ہوتی تھی کہ ہمارا تعلق محکم اور اس کے لئے ہمارے دہنے ہاتھ گرو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قسم کے لئے یمین کا لفظ استعمال ہوا جس کے معنی عربی زبان میں دہنے ہاتھ کے ہیں۔ بعض شاعروں نے قسم کی اس حقیقت کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ مثلاً حسان کا شعر ہے۔





سا ودی حق جاری     وید ی راھن فعانی

میں اپنے پڑوسی کا حق ادا کروں گا، اور میرے ہاتھ میرے کارناموں کے بدلے رہن ہیں۔

یہیں سے قسم میں کفالت و ضمانت کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا۔ اور اس چیز کو ہر صاحب نظر جانتا پہچانتا ہے اور بیعت کے وقت دہنا ہاتھ تھامنا یا بیع و شراء کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنا اسی حقیقت کی ایک عملی تصویر ہے۔ رومیوں اور ہندوستان کی قوموں میں اسکی یادگار موجود ہے۔ عبرانی بھی قسم کو 'یمین' کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

زبور باب ۱۴۴ – ۸ – میں ہے:-

"جن کے منہ سے بطالت نکلتی رہتی ہے اور جن کی قسم جھوٹی قسم ہوتی ہے"۔

عبرانی میں یہ عبارت یوں ہے:-

"اشر فیہم دبر سوء و یمینام یمین سوء"

لیکن انگریزی مترجموں پر تعجب ہے کہ اس عبارت کا مطلب وہ نہ سمجھ سکے اور دوسرے فقرہ کا ترجمہ انھوں نے یوں کر دیا:-

"اور جنکا دہنا ہاتھ جھوٹ کا دہنا ہاتھ ہے"۔

انھوں نے 'یمین' کے لفظ سے قسم نہیں بلکہ پچ مچ دہنا ہاتھ سمجھ لیا اور یہ ان کی بے شمار غلطیوں میں سے ایک نہایت بھونڈی غلطی اور عبرانی سے ان کی بے پروائی کا نہایت کھلا ہوا ثبوت ہے۔

اور اس غلطی سے زیادہ انوکھی اور عجیب بات یہ ہے کہ انھوں نے بعد میں اس ترجمہ پر نظر ثانی کر کے اس میں بہت کچھ رد و بدل کیا لیکن پھر بھی یہ غلطی جوں کی توں رہ گئی۔

اسی طرح معاملہ کے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارنے کا ذکر امثال سلیمان ب ۱ - ۱۴ میں ہے۔

"اگر تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر کسی بیگانہ کا ذمہ دار ہوا ہے"۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہد و معاملہ کے باب میں عربوں اور یہودیوں کا حال بہت کچھ یکساں ہے۔ اسی لئے 'یمین' کا لفظ جس طرح ہمارے ہاں قسم کے لئے بولا گیا ہے اسی طرح ان کے ہاں بھی بولا گیا ہے۔

کبھی جب عہد میں شریک ہونے والے بہت سے لوگ ہوتے تو ایک برتن میں سب اپنے ہاتھ ڈالتے اور چونکہ برتن کی چیز سے سب کے ہاتھ مس ہوتے اس لئے اس کے معنی یہ سمجھے جاتے کہ گویا سب نے ایک دوسرے کا داہنا ہاتھ پکڑ کر کسی بات پر ایکا کیا ہے۔ اور چونکہ چھونے اور لگنے کیلئے سب سے زیادہ موزوں چیز پانی ہے اس لئے عربی میں 'بلت بالشی یدی' لصقت به (میرا ہاتھ اس سے چسپ گیا) کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ طرفہ کا مشہور شعر ہے۔

اذا ابتدر القوم السلاح وجدتنی منیعا اذا بلت بقائمه یدی

جب قوم کے لوگ ہتھیاروں کی طرف جھپٹتے ہیں تو مجھے اسوقت محفوظ دیکھیگا جب میرے ہاتھ تلوار کے قبضہ پر جم جاتے ہیں۔

کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی خوشبو لیکر باہم تقسیم کرتے اور اس کو ہاتھوں میں مل لیتے اور چونکہ خوشبو پانی کے مقابلہ میں زیادہ دیرپا، زیادہ پھیلنے والی اور زیادہ اعلان کرنے والی ہوتی ہے اس لئے اس کو 'عرف' اور 'نشر' بھی کہنے لگے۔ اس قسم کے معاہدہ کی مثال ہم کو 'عطر منشم' کے قصہ میں ملتی ہے، جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک قوم نے اپنے دشمنوں سے لڑائی کی ٹھانی اور اس کے لئے معاہدہ کیا اور اس معاہدہ کی صورت یہ ہوئی کہ ایک عطر فروش عورت، منشم نامی سے خوشبو خریدی اور اس کو باہم تقسیم کیا۔ اس معاہدہ کا قصہ مشہور ہے۔ یہاں تک کہ عربی لٹریچر میں اس کا ذکر بطور ضرب المثل کے ہوتا ہے۔ زہیر اپنے ایک شعر میں کہتا ہے۔

تدارکتما عبسا و ذبیان بعد ما تفانوا و دقوا بینهم عطر منشم

تم دونوں نے عبس اور ذبیان کو اسوقت سنبھالا جب وہ آپس میں لڑکر فنا ہو چکے تھے اور منشم کا عطر تقسیم کیا تھا۔





اسی سے ملتی جلتی شکل خوشبو میں ہاتھ ڈبونے کی بھی ہے، جس کا واقعہ ہم دوسری فصل میں انشاءاللہ بیان کریں گے۔

بعض مرتبہ کوئی چوپایہ ذبح کر کے اس کا خون معاہدہ کے دونوں فریق اپنے جسموں پر چھڑکتے۔ اس کا یا تو یہ مطلب سمجھا جاتا کہ یہ دوستی رشتہ خون و قرابت کے درجہ کی ہے۔ یا یہ کہ اس عہد کی حفاظت کی راہ میں ہم اپنا خون تک بہا دینگے۔ خروج باب ۲۴ ۵-۸ میں ہے:۔

"اور اس نے بنی اسرائیل کے جوانوں کو بھیجا جنھوں نے سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور بیلوں کو ذبح کر کے سلامتی کے ذبیحے خداوند کے لئے گذرانے۔ اور موسیٰ نے آدھا خون لیکر باسنوں میں رکھا اور آدھا قربان گاہ پر چھڑک دیا۔ پھر اس نے عہد نامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے کہا کہ جو کچھ خداوند نے فرمایا ہے اس سب کو ہم کریں گے اور تابع رہیں گے۔ تب موسیٰ نے اس خون کو لیکر لوگوں پر چھڑکا اور کہا دیکھو یہ اس عہد کا خون ہے جو خداوند نے ان سب باتوں کے بارے میں تمھارے ساتھ باندھا ہے۔"

اس قسم پر غور کرو، معاہدہ کے لئے ایک طرف تو انھوں نے اپنے جسموں پر خون چھڑکا دوسری طرف مذبح پر چھڑکا جو گویا خدا کا قائم مقام تھا اور اس طرح خداوند کے حلیف ہوئے۔ تورات میں اس کی مثالیں بہت ہیں۔ زکریا باب ۹-۱۱ میں ہے۔

"اور تیری بابت یوں ہے کہ تیرے عہد کے خون کے سبب سے میں تیرے اسیروں کو اندھے کوئیں سے نکال لایا۔"

کبھی ایسا ہوتا کہ اپنی رسی ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے اور اس طرح باہم حلیف بنجاتے چنانچہ لفظ 'حبل' ذمہ اور جوار کے معنی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے۔

إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ — مگر اللہ کے عہد و پیمان کے ذریعہ اور لوگوں کے عہد و پیمان کے ذریعہ

امرؤ القیس کا شعر ہے۔

الیٰ حبلک واصل حبلی    وبریش نبالک واصل نبلی

میں تیری رسی کے ساتھ اپنی رسی جوڑوں گا اور تیرے تیر کے پر کے ساتھ اپنا تیر لگاؤں گا۔

حطیئہ نے اپنے ایک شعر میں اس کی اصل حقیقت بے نقاب کر دی ہیں۔

قوم یبیت قریر العین جارہم    اذا لوی بقوی اطنابہم طنبا

ایسے لوگ ہیں کہ ان کا پڑوسی آنکھ ٹھنڈی کر کے سوتا ہے جبکہ ان کی رسی کے ساتھ اپنی رسی جوڑ لیتا ہے۔

غرض فریقین میں جو معاہدے ہوتے عموماً ان کی تاکید و توثیق کے یہ طریقے رائج تھے۔

بسا اوقات کوئی لذت اپنے اوپر اس قصد سے حرام کر لیتے کہ جب تک فلاں کام پورا نہ کر لیں گے اس وقت تک اس سے متمتع نہ ہوں گے۔ اس کو نذر کہتے تھے۔ اس قسم کی مشہور نذر کلیب کے بھائی مہلہل کی نذر تھی، جس نے نذر مانی تھی کہ جب تک اپنے بھائی کا قصاص نہ لے گا اس وقت تک نہ تو شراب پئے گا، نہ خوشبو لگائے گا، نہ بالوں میں کنگھی کرے گا۔ ایسا ہی امرؤ القیس نے بھی کیا چنانچہ نذر پوری ہونے کے بعد اس نے کہا۔

حلت لی الخمر وکنت امرءاً    عن شربها فی شغل شاغل

اب میرے لئے شراب حلال ہوئی اور میں ایسا شخص تھا جس کو ایک بڑی مہم نے اس کے پینے سے روک دیا تھا۔

بعد میں اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو گئی اور ہر اس بات کو نذر کہنے لگے جس کا مطلق التزام کر لیا جائے۔ چنانچہ عمرو بن معدی کرب کہتا ہے۔

ہم ینذرون دمی وانذر    ان لقیت بان اشدا

انہوں نے منت مانی کہ مجھ سے مقابلہ ہوا تو مجھے قتل کریں گے اور میں نے منت مانی ہے کہ اگر مقابلہ ہوا تو ان پر بے جگری سے حملہ کروں گا۔

اسی وجہ سے نذر کو یمین بھی کہنے لگے۔ چنانچہ قبیصہ ایفائے نذر کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔





فاصبحت قد حلت یمینی وادرکت    بنو ثعل تبلی وراجعنی شعری

اور میری قسم (نذر) پوری ہو گئی اور بنو ثعل نے میرا قصاص پا لیا اور میری شاعری میرے پاس لوٹ آئی۔

اسی نذر سے ملتی جلتی صورت ایک یہ بھی کہ بد دعا کرتے تھے کہ اگر فلاں بات یا فلاں وعدے میں ہم جھوٹے ہوں تو ہم پر فلاں فلاں آفتیں نازل ہوں۔ معدان بن جواس کندی کہتا ہے

ان کان ما بلغت عنی    فلامنی صدیقی وشلت من یدی الانامل

اگر وہ بات سچ ہو جو تجھے میری نسبت پہنچی ہے تو میرے دوست مجھے ملامت کریں اور میرے ہاتھوں کی انگلیاں شل ہو جائیں

وکفنت وحدی منذراً فی ردائه    وصادف حوطاً من اعادی قاتل

اور میں تنہا منذر کو اس کی چادر میں کفناؤں اور حوط کو میرا کوئی دشمن قتل کر ڈالے۔

اشتر نخعی کہتا ہے۔

بقیت وفری وانحرفت عن العلی    ولقیت اضیافی بوجه عبوس

میں اپنا مال بچا کے رکھوں اور بلندی کے کاموں سے اعراض کروں، اپنے مہمانوں کو بد خلقی سے پیش آؤں

ان لم اشن علی ابن حرب غارة    لم تخل یوماً من نهاب نفوس

اگر ابن حرب پر ایسی غارتگری نہ کروں جس کا کوئی دن بھی جان و مال کی تباہی سے خالی نہ جائے۔

اس طرح کی قسموں میں دینی قسموں کی جھلک ہے کیونکہ ان میں بھی قسم کھانے والوں کو خیال ہوتا ہے کہ خدا کو گواہ ٹھہرانے کے بعد اگر کوئی بے عنوانی ہوئی تو اس کے قہر و غضب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ایک صورت یہ تھی کہ کسی چیز سے بغیر کسی شرط کے رک جاتے۔ اس کو الیۃ کہتے تھے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر آیا ہے: للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر۔

پھر آہستہ آہستہ اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی یہاں تک کہ آلیت، اقسمت کے مرادف کی حیثیت سے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ امرؤ القیس کہتا ہے۔

والت حلفة لم تحلل

طرفہ کا شعر ہے۔

فآلیت لا ینفک کشحی بطانة　　لعضب رقیق الشفرتین مهند

پس میں نے قسم کھائی کہ میرا پہلو ایک تیز کاٹ والی تلوار سے کبھی خالی نہ ہوگا۔

غنیۃ۔ حاتم طائی کی ماں کا شعر ہے۔

لعمری لقد ما عضنی الجوع عضة　　فآلیت ان لا امنع الدهر جائعا

میری جان کی قسم بھوک کی اذیت نے مجھے پہلے سے ستایا ہے پس میں نے قسم کھائی کہ کسی بھوکے کو محروم نہ کروں گی۔

اس کی مثالیں بہت مل سکتی ہیں۔ آلیت کو اقسمت کی جگہ بہت استعمال کیا گیا ہے۔

بعض جگہ لام تاکید استعمال کرتے تھے۔ اسکی مثال قرآن مجید میں بھی ہے۔

وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ　　اور اگر نہ باز آئے اس بات سے جو وہ کہتے
لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ　　ہیں تو البتہ ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے
عَذَابٌ اَلِیْمٌ　　کفر کیا ہے۔ عذاب دردناک پڑے گا۔

دوسری جگہ ہے۔

ولینصرن اللّٰه من ینصره　　البتہ اللہ مدد کریگا ان لوگوں کی جو اسکی مدد کرینگے

لبید کا شعر ہے۔

ولقد علمت لتاتین منیتی　　ان المنایا لا تطیش سهامها

اور معلوم ہے کہ میری موت ضرور آئے گی، موت کے تیر بے خطا ہوتے ہیں۔





سیبویہ نے کہا ہے کہ "لتاتین" گویا کہ "واللّٰه لتاتین" کے مفہوم میں ہے۔ سیبویہ نے یہ بات بطریق تمثیل کہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں قسم مقصود ہے۔ چنانچہ لام قسم کے ذکر میں اس نے یہ بات کھول دی ہے۔ کہتا ہے۔

" اور اسی کے مثل "لمن تبعك منهم لاملئن" یہاں بھی لام بقصد قسم آیا ہے۔ واللّٰہ اعلم"۔

سیبویہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ یہاں کسی متعین چیز کی قسم کھائی گئی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ محض "لاملئن" قسم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قسم کی اصلی حقیقت محض تاکید ہے اس لئے ہر جگہ مقسم بہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں لام قسم آیا ہے۔ سب کو اسی اصول پر قیاس کرنا چاہئے اور اگر اس سے پہلے کوئی ایسا لفظ آئے جو قطعیت اور یقین کو ظاہر کرے تو وہ بھی لفظ قسم کے مشابہ ہوگا جس کی مثال لبید کے اس شعر میں موجود ہے جو اوپر نقل ہوا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا　　پھر جب انھوں نے نشانیاں دیکھ لیں تو مناسب معلوم ہوا
الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ　　کہ ایک مدت کے لئے اس کو ضرور قید کر دیں۔

دوسری جگہ ہے۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ　　کہا پس یہ سچ ہے، اور میں سچ ہی کہتا ہوں
لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ　　کہ جہنم کو بھر دوں گا۔

پس اس طرح کے مواقع میں ہر جگہ مقسم بہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ سیاق کلام سے ظاہر ہے کہ ان مثالوں میں محذوف ماننا کلام کی بلاغت کے بالکل خلاف ہوگا۔

یہ ساری تفصیل جو قسم کے مختلف طریقوں اور اسکی تعبیرات سے متعلق اوپر گذری یہ واضح کرنے کیلئے بالکل کافی ہے کہ مقسم بہ قسم کے لیے لوازم میں سے نہیں ہے کہ جہاں اسکا ذکر نہ ہو خواہ مخواہ اسکو محذوف مان لو۔ قسم کا مقصود محض بات کی تاکید ہوتا ہے یا جس بات کے کرنے یا نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہے اس کیلئے عزیمت کا اظہار۔

(باقی)

# مقالات

# تبلیغ اور پروپگنڈا

## ان کی حقیقت اور ان کا باہمی فرق

از جناب مولوی حافظ عبد الاحد صاحب اصلاحی

مغرب نے عوام کے جذبات اور عقل پر قابو پانے کے لئے جو چیزیں ایجاد کی ہیں ان میں سب سے زیادہ مؤثر اور حیرت انگیز ایجاد پروپگنڈا ہے۔ جس طرح سپیرے کی بانسری سانپوں کو مست و سرشار کردیتی ہے اور اس کے بعد سرکش سے سرکش سانپ بھی بازیگر سپیرے کے ہاتھ میں ایک تماشہ ہے۔ اسی طرح پروپگنڈے کا افسوں عوام کو عقل و ہوش سے بیگانہ کرکے ان لوگوں کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی بنا دیتا ہے جو ان کو اپنے اغراض میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ آج یورپ نے اس فن میں جتنی ترقی کی ہے، اتنی ترقی کسی چیز میں نہیں کی ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہم یورپ کی بنی ہوئی مشین گنوں، ہوائی جہازوں، زہریلی گیسوں سے جس قدر ڈرتے ہیں اس قدر اس کے پروپگنڈے سے نہیں ڈرتے، حالانکہ پروپگنڈے کی ہلاکت آفرینیاں ان اسلحہ و ایجادات کی ہلاکت آفرینیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ یورپ کی مشین گنیں کبھی کبھی حرکت میں آتی ہیں اور ان کا طریقہ کار متعین اور دائرہ محدود ہے لیکن اس کا پروپگنڈا ہر وقت حرکت و عمل میں ہے اور اتنی شکلوں اور صورتوں میں اس کا زہر پھیلتا ہے کہ اس کا شمار ناممکن ہے۔ تقریریں، تحریریں،





ایجادیں، تصنیفیں، گراموفون، ریڈیو، پریس، یونیورسٹیاں کتبخانے، ڈاکٹر، حکیم، فلسفی، پادری علوم و فنون، سب آج اسی ایک مقصد کی راہ میں سرگرم کار ہیں۔ اور آج یورپ کی کوئی پاک سے پاک چیز اور معصوم سے معصوم صنعت اور آرٹ بھی اس نجاست سے خالی نہیں رہ گئی ہے۔

پروپگنڈے کی زود اثری اور کارفرمائی کا کسی قدر اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ جنگ عظیم میں جرمنی کی شکست اور اتحادیوں کی کامیابی کو بہت سے ماہرین جنگ نے پروپگنڈے ہی کا نتیجہ قرار دیا۔ جرمنی کی مادی قوت اتحادیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی طاقتور تھی لیکن اس کا پروپگنڈے کا آفس اتحادیوں کے پروپگنڈے کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ جس جرمنی کے آخری اعلان فتحمندی کے سننے کے لئے ساری دنیا گوش بر آواز تھی بالآخر اس کو نہایت ذلیل شکست کھانی پڑی۔ اور شاید اسی تلخ تجربہ کا نتیجہ ہے کہ آج جب جرمنی نے اپنے حریفوں سے انتقام لینا چاہا تو اس کو اپنے دفتر جنگ سے زیادہ اپنے پروپگنڈے کے دفتر پر اعتماد کرنا پڑا اور اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس کے اس اعتماد نے اس کو مایوس نہیں کیا۔ چند مہینوں کے اندر محض گوئبلز کے قلم و زبان سے جو کچھ حاصل کر لیا شاید ہٹلر کی تلوار اس کو برسوں میں نہ حاصل کر سکتی۔

پروپگنڈے کی اس سحر آفرینی اور کارفرمائی نے مغرب کی شاگرد اور محکوم قوموں کو آج پروپگنڈے کی قوت تسخیر کا ایسا معتقد بنا دیا ہے کہ اس کے حسن و قبح کا سوال بالکل خارج از بحث ہو گیا ہے۔ آج سعی و عمل کا ہر گوشہ، اصلاح و ترقی کی ہر جد و جہد، آزادی و حریت کا ہر اقدام اپنی کامیابی کے لئے اسی کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور ہر قوم کے نزدیک اجتماعی کامیابی کے حصول کا واحد آزمودہ نسخہ یہی ہے۔ لیکن ہم مسلمان جس طرح اپنا اجتماعی نصب العین دنیا کی

قوموں سے بالکل مختلف رکھتے ہیں، اسی طرح اس کے حصول کا وسیلہ بھی ہمارے یہاں بالکل مختلف ہے۔ ہماری جدوجہد کی اصلی راہ پروپگنڈا نہیں بلکہ "تبلیغ" ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ وقت کے سب سے زیادہ کارگر ہتھیار پروپگنڈا اور تبلیغ کے فرق پر غور کیا جائے کہ ہم اپنی اصلی راہ سے آشنا ہوں۔

**تبلیغ اور پروپگنڈا میں بنیادی فرق**

تبلیغ اور پروپگنڈے میں بنیادی فرق وہی ہے جو فرق ایک تاجر اور داعی میں ہوتا ہے۔ ایک داعی جو کچھ کہتا اور جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کی ذاتی غرض کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ اس کے پیش نظر صرف دوسروں کی فلاح و بہبود ہوتی ہے۔ مگر ایک تاجر جو کچھ کرتا ہے وہ سرتاسر اپنے نفع کے لئے کرتا ہے اس کو دوسروں کے فائدہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام نے بار بار اپنی قوموں سے فرمایا کہ "مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ" یعنی یہ تبلیغ و دعوت جو ہم کر رہے ہیں یہ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے نہیں، ہم نے کوئی دوکان نہیں کھولی ہے کہ جس کو فروغ دینے کے لئے یہ ڈھونگ کھڑا کیا گیا ہو۔ ہمارے سامنے تمہارا ہی نفع ہے پس اگر تم نے ہماری دعوت قبول کی تو گویا تم نے اپنی نجات کی راہ کھولی اور اگر اس کو رد کر دیا تو اپنی قسمت بگاڑ لی، ہمارا اس میں کچھ خسارہ نہیں۔ ہمارا صلہ تو اسی کے ہاں ہے اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ کبھی راستبازی کے ساتھ اپنی راہ چلنے والوں کی محنت ضائع نہیں فرماتا۔

اس بنیادی مقصد کا اثر قدرتی طور پر تاجر اور داعی دونوں کے طرز عمل میں نمایاں ہوتا ہے ایک داعی کے پیش نظر چونکہ اپنی کوئی غرض نہیں ہوتی، صرف دوسروں کی فلاح و بہبود ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی نگاہ ہمیشہ ان کی فلاح و بہبود پر جمی رہتی ہے۔ اس مقصد کو کھو کر اگر اسکو ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی مل جائے تو وہ اس کو گوارا نہیں کرتا۔ وہ اپنے طرز عمل اور اپنے





مقصد دونوں میں بے لاگ ہوتا ہے۔ نہ وہ اپنے مقصد کو کسی چیز سے بدل سکتا نہ اپنے طرز عمل میں کسی مصلحت سے کوئی مداہنت گوارا کرتا۔ وہ غلط ترغیبات سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو چیز غلط راہوں سے آئے گی وہ کبھی صحیح راہ پر استقامت نہیں حاصل کر سکتی۔ پس وہ ہمیشہ یہ چاہتا ہے کہ ہر چیز صحیح راہ کی صحیح منزل مقصود تک پہنچے۔ وہ ان لوگوں کی طرح جن کی صفت قرآن نے "مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ" بیان فرمائی ہے صرف اس پر قناعت نہیں کرتا کہ کسی صدائے دل کش کی تیزی سے کچھ دیر کے لئے اپنے ارد گرد ایک بھیڑ جمع کرے اور پھر اس کے ماضی و مستقبل سے اس کو کوئی بحث نہ ہو۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ ہو ٹھیک ہو اور اصلی مقصد کے مطابق ہو۔

پس بالاجمال یوں سمجھنا چاہئے کہ تبلیغ کی بنیاد، راستی، ولولۂ خدمت خلق، اور ہمدردی بنی نوع انسان پر ہے اور اس کے طریق کار کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ جذبات اور شہوات کے بجائے انسان کے عقل و دل اور اس کے ضمیر کو مخاطب کرتی ہے۔ راستی سے یہاں مقصد یہ ہے کہ دنیا کو جس امر حق کے قبول کرنے کی دعوت اور ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے جو پہلو اختیار کیا جاتا ہے وہ سچائی کا پہلو ہوتا ہے اور جو کچھ کہا جاتا ہے، حق کہا جاتا ہے اور حق کی راہ سے کہا جاتا ہے۔ یہ ترغیب ہر قسم کی خود غرضیوں اور ابلہ فریبیوں سے پاک اور منزہ ہوتی ہے۔

خدمت خلق کے ولولے سے مراد یہ ہے کہ مبلغ کو دعوت حق پر جس جذبہ نے آمادہ کیا وہ محض مخلوق الٰہی کی خدمت کا جذبہ ہے۔ اس کے سامنے کوئی اپنی ذاتی غرض ہے، نہ شہرت کی چاہ ہے، نہ عزت و اقتدار کی ہوس۔

برعکس اس کے پروپگنڈا کے بنیادی عناصر تبلیغ کے ان بنیادی عناصر سے بالکل ہی

مختلف ہیں۔ پروپگنڈے کے اصلی صلاح کار زور، زر، زن، زمین اور مکر و فریب ہیں، اور اس کا مقصود عموماً کسی غرض دنی کا حصول ہے۔ زور و زر سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ پروپگنڈسٹ اپنے خیالات کی اشاعت اور مقصد کے حصول کی راہ میں جہاں قوت و اختیار سے کام لینے کا موقع ہوتا ہے قوت و اختیار سے کام لیتا ہے اور جہاں روپے پیسے کی ترغیب کام دے سکتی ہے وہاں سونے اور چاندی کا بادل بنکر برستا ہے۔ انگریزوں نے جب ترکوں کے خلاف عربوں کو ورغلانا چاہا تو عربوں کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھولدئے۔

خود غرضی اور فریب یہ ہے کہ جن لوگوں میں پروپگنڈا کیا جاتا ہے انھیں باطل ترغیبات سے متاثر کیا جاتا ہے، حقیقت حال کچھ ہوتی ہے، ظاہر کچھ کی جاتی ہے۔ ان کی عقل و فکر کو تھپکیاں دیکر سلا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اپنے اغراض پر دوسروں کی بہبود کا ملمع کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی مظلومیت اور بے گناہی کا بین اس درد سے کہا جاتا ہے کہ سننے والے کلیجہ تھام لیتے ہیں۔ جنگ عظیم میں انگریزوں نے جرمنی کے مظالم کا من گھڑت فسانہ اس قدر شہرہ کیا کہ بالآخر امن کی خدمت کے لئے صلح جو امریکہ کو میدان جنگ میں کود ہی جانا پڑا۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ حقیقت حال کیا تھی۔

پروپگنڈے کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی قوم کے ان معتقدات و مراسم سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتا جو قوم کے دلوں میں راسخ ہوتے ہیں۔ خواہ وہ معتقدات و مراسم پروپگنڈسٹ کے معتقدات سے کتنے ہی مختلف ہوں، بلکہ ان کی خدمت و تائید ہی کو تمام جد و جہد کا اصلی مقصود قرار دیا جاتا ہے۔ عرب کے یہود مشرکین عرب سے بالکل مختلف خیالات و عقائد رکھتے تھے۔ لیکن جب ان کو ضرورت پیش آئی کہ عربوں کے ذریعہ آنحضرت صلعم کی طاقت کو توڑیں تو انھوں نے علانیہ مشرکین کے عقائد و اعمال کی تعریف کی اور ظاہر کیا کہ محمد (صلعم)





دین کے دشمن ہیں۔ کرنل لارنس اور فلبی کے کارنامے لوگوں کے سامنے ہیں۔ آج مسولینی اور ہٹلر اسلام کے محافظ ہیں۔ یہ سب اسی سیاست کے مظاہر ہیں۔

**تبلیغ اور پروپگنڈے کے عملی آثار و نتائج**

چونکہ تبلیغ اور پروپگنڈے کے مقاصد اور طریق کار ہمیشہ سے مختلف رہے ہیں اس لئے تاریخ نے ان کے آثار و نتائج بھی دو بالکل مختلف صورتوں میں محفوظ رکھے ہیں۔ تبلیغ کے نتائج محبت، راستی، خدمت خلق، اصلاح اعمال و عقائد، ترقی ذہن و فکر اور اہتمام عیش و اخوت کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ پروپگنڈے کی تمام طاقت باہم گر نفرت و حقارت پیدا کرنے، نسل و خاندان اور ملک و ملت کے نام پر کشت و خون کا بازار گرم کرنے، لسانی اور جغرافیائی امتیازات کے حدود قائم کرنے اور اقتصادی و سیاسی کشمکشوں کے ابھارنے میں صرف ہوئی ہیں۔ حضرت نوح سے لیکر آج تک کی جو تاریخ تبلیغ موجود ہے اس کو پڑھیے، وہ سرتاسر دعوت حق، تعلیم اخلاق، تربیت عقل اور قیام صلح و محبت کا ایک پاک ذخیرہ ہے۔ نہ اس میں جماعتوں اور قوموں کے لڑانے کی کوشش کی گئی ہے۔ نہ نسل و خاندان اور رنگ و زبان کے خوابیدہ فتنے ابھارے گئے ہیں، نہ تجارتی، اقتصادی اور طبقاتی مسائل کو آڑ بنا کر کشت و خون برپا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بلکہ صرف انسان کے دل اور اس کی بصیرت کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ وہ ٹھیک ٹھیک اپنی اس فطرت کے سانچہ میں ڈھل جائے جس میں قدرت نے اس کو ڈھالا ہے لیکن وہ خود زمانہ کے حالات و اثرات سے مغلوب ہوکر اس سے منحرف ہو جایا کرتا ہے۔

انبیاء کرام اور ان کے سچے پیرووں نے پروپگنڈا نہیں بلکہ تبلیغ کے ہتھیار سے اپنی لڑائیاں جیتی ہیں، اپنی محنتوں کے یہی نتائج چھوڑے ہیں اور سچ یہ ہے کہ یہی چند نقوش محبت و صداقت ہیں جن سے دنیا کی تاریخ روشن ہے۔ ورنہ ہمارے پاس آج شیطان کے فتنوں کے سوا

نیکی اور سچائی کی کوئی بات بھی نہ ہوتی۔ پروپگنڈے کی پوری تاریخ ہولناک ہے۔ کہیں نسل و خاندان کے اختلاف کا احساس دلاکر انسانی اخوت کا خون کیا گیا ہے۔ کہیں لسانی اور جغرافیائی امتیازات کی بنا پر انسانیت کی تقسیم کی گئی ہے۔ کہیں اقتصادی مفاد اور سیاسی تفوق کے حصول کی بحث اٹھاکر جنگیں برپا کی گئی ہیں۔ غریبوں کو ان کی غریبی یاد دلاکر امیروں کے خلاف آمادۂ جنگ کیا گیا ہے، مزدوروں کو مزدوری کی کمی کا احساس دلاکر سرمایہ داروں کے مقابل میں کھڑا کیا گیا ہے۔ غرض پورا افسانہ کشت و خون، جنگ و قتال، سازش اور جوڑ توڑ کا ایک افسانہ ہے۔

اور آج ہم دنیا میں جس چیز کی مثالیں سب سے زیادہ دیکھ سکتے ہیں وہ یہی چیز ہے۔

(باقی)

---

# تفسیر سورہ قیامہ (عربی)

یہ کتاب نہایت اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی رحمہ اللہ نے قرآن کے بعض نہایت مشکل اسالیب سے اس میں تعرض کیا ہے۔ اور سب کو کلام عرب اور شواہد قرآن کی روشنی میں بالکل واضح کر دیا ہے۔ نظم کی بعض اہم مشکلیں اس میں حل کی گئی ہیں۔ ان مخصوص مباحث کے علاوہ سورہ کی عام تفسیر بھی اپنے اندر اسرار و حقائق کا ایک دفتر رکھتی ہے۔ قیمت چار آنے

منیجر





# مسلمانان روس

از استاذ راشد رستم

مسلمان قومیں جو روسی حکومت کے ماتحت ہیں جنسی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ قفقازی اور ترکی۔

**پہلی قسم۔ قفقازی** قفقازی قومیں جو سفید جنس سے ہیں قفقاز میں رہتی ہیں، یعنی اس علاقہ میں جو روس کے جنوب میں بحر اسود اور بحر قزوین کے درمیان واقع ہے۔ یہ تعداد میں تھوڑی ہیں لیکن قوت اور اپنی شخصیت کی عظمت کے اعتبار سے بہت ہیں۔ گنتی میں یہ چند ملین سے زیادہ نہیں لیکن عظیم الشان روس کے مقابلہ میں اپنے ملک کی حفاظت کے لئے سو برس بلکہ اس سے زیادہ مدت تک ڈٹی رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قفقازی سب شہ سوار اور بہادر ہیں۔ خواہ پہاڑوں کے باشندے ہوں یا وادیوں کے۔

قفقاز کے باشندوں کی مجموعی تعداد ۱۲ ملین ہے۔ اس میں ایک تہائی مسلم قومیں ہیں۔ قفقازی قوم میں چرکسی (اور ان کے تمام قبایل) ششن، داغستانی، کورج (ان میں دو لاکھ مسلمان یعنی مجموعہ کا دسواں حصہ ہیں) اوسہ تین (ان میں ایک لاکھ مسلمان یعنی مجموعی آبادی کا تہائی حصہ ہیں) وغیرہ شامل ہیں۔ روس کا موجودہ ڈکٹیٹر اسی موخر الذکر قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

**اسلام اور قفقازی قومیں** ان ممالک میں اسلام اسی زمانہ میں پہنچ گیا تھا جب ایشیا

جنوب کی جانب سے اس کی عظیم الشان فتوحات کا آغاز ہوا۔ لیکن ان قوموں میں سے اکثر تیرھویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائی ہیں اور ان کو اسلام میں داخل کرنے کی عزت کریمیا کے ان دیندار مسلمانوں کو حاصل ہے جنہوں نے شمال سے اپنے داعی اور مبلغ بھیجے اور ان کی کوشش سے ان تمام قبائل نے برضا و رغبت اسلام قبول کیا اور اپنے ایمان کی پختگی اور دینداری میں مشہور ہوگئے۔

ان لوگوں نے دینی مدارس بھی قائم کئے جن سے بہت سے ائمہ مجاہدین پیدا ہوئے۔ ان مدارس میں عربی کی تعلیم کا اہتمام تھا۔ مذہب اور مسلک کے اعتبار سے یہ لوگ سنی، حنفی اور شافعی ہیں۔ ان میں بہت سے سپہ سالار اور دینی پیشوا اٹھے۔ تصوف کا بھی خاصا مذاق تھا مگر بروقت صرف جہاد اور حکومت کا ولولہ زندہ ہے۔ قبائل کے امراء و رؤسا اور شیوخ و قضاۃ کی مجالس مزید برآں ہیں۔

ان کے ہاں دینی پیشوا کو رئیس اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو "امام" کہتے ہیں اور دینی امامت سے لیکر سیاسی قیادت اور جنگی سپہ سالاری تک تمام مدارج اسی کی ایک ذات کے اندر جمع ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں، حاجی غازی محمود، حاجی مراد، سلیمان محمد امین، شامل، اور منصور وغیرہ نے خاص شہرت حاصل کی۔

دینی پیشوائی اور سیاسی قیادت کے اجتماع سے ان مذہبی پیشواؤں نے اس دینی طریقہ کی خدمت میں خاص فائدہ اٹھایا جس کے یہ پیرو تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دینی تحریکات کو قوموں کی بیداری میں بڑا دخل حاصل ہے۔ روس کو ان قفقازی قبائل کی شجاعت اور بیجا قومی عصبیت کی وجہ سے نہایت سخت و شدید خطرات سے دوچار ہونا پڑا۔

---

ایک طویل جنگ کے بعد جب روسی ان کے ملک میں داخل ہوگئے تو انھوں نے





ایسی بہادری اور دلیری کا ثبوت دیا کہ متمدن یورپ میں ان کی بہادری کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے متعلق طرح طرح کے قصے اور افسانے پھیل گئے۔ ان کا آخری امام جو اس مقدس جہاد میں سب سے زیادہ نمایاں ہوا امام شامل ہے جو ۲۰ سال تک برابر فتحمندانہ مقابلہ کرتا رہا لیکن تقدیر سازگار نہ تھی دفعۃً گرفتار ہو کر بےبس ہوگیا۔

اس واقعہ کے بعد ان قبائل کے ہزاروں مسلمان ٹرکی کے علاقہ میں ہجرت کر گئے۔ اسلئے کہ ٹرکی ایک اسلامی ملک تھا۔ ان کی مایوسی کی یہ آخری جدوجہد بھی جس میں انھوں نے اپنے ملک و وطن کو خیرباد کہا، اپنے اندر ایک مذہبی ہی جذبہ رکھتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ کی ترکی سیاست ایسی تھی کہ اس نے اس ہجرت کیلئے شہ دی، مسلمانوں کے ملک میں ان غریب الدیار مہاجرین کو اطمینان و فارغ البالی کی زندگی نصیب ہوئی۔ لیکن ترکی حکومت نے ان کو جو زمینیں بسنے کیلئے دیں وہ ملک کے مختلف دور دراز گوشوں میں واقع تھیں۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ یہ مضبوط عصبیت کے قبائل کسی ایک زمین میں مجتمع ہو کر کسی وقت میں حکومت کے لئے خطرہ نہ ثابت ہوں۔ ان کی معنوی قوت سے ترکی حکومت کو طرح طرح کے اندیشے تھے۔ مگر حق یہ ہے کہ ترکی حکومت نے اپنی اجتماعی زندگی کی اصلاح و تنظیم میں ان قبائل سے بڑا فائدہ حاصل کیا۔ یہ فطرۃً مدنی و اجتماعی زندگی کے خوگر اور خانگی معاملات میں ترقی یافتہ آداب کے پابند تھے۔

فوجی اعتبار سے بھی ترکی حکومت نے ان سے فائدہ حاصل کیا۔ یہ لوگ نہایت بہادر سپاہی، ماہر شہسوار اور مخلص مجاہد تھے اور اس زندگی میں ان کے جوہر خوب نمایاں ہوگئے اور ٹرکی کی قومی زندگی پر اس کا بڑا اثر پڑا۔

مگر یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے بہتوں کو بعد میں ترک وطن پر پچھتانا پڑا

کچھ دنوں کے بعد ان کو محسوس ہوا کہ یہ ہجرت ان کے لئے ایک قومی نکبت کا باعث ہوئی اس سے قطع نظر کہ وسائل سفر کی دشواری اور اسباب حفظان صحت سے محرومی کی وجہ سے ان کے ہزاروں آدمی لقمۂ اجل ہو گئے۔ ایک نہایت اہم بات یہ بھی کہ انھوں نے اپنے تئیں ایک بالکل اجنبی ماحول اور غیر مانوس سرزمین میں پایا جس کی آب و ہوا اور جس کے طور طریق سے وہ بالکل بیگانہ تھے۔ ان کی خاص قومی خصوصیات تھیں، علحدہ زبان تھی اور دوسروں سے مختلف عادات رکھتے تھے۔ ان سب کو ساتھ لے کر وہ دوسروں کے ساتھ آسانی سے نباہ نہیں کر سکتے تھے۔ ان وجوہ سے ان کی زندگی غیر مطمئن تھی اور چونکہ اپنی تعداد کی کمی کے باوجود وہ اپنے کو ایک ممتاز عنصر سمجھتے تھے اس لئے اس خسارہ سے وہ برابر بے چین تھے۔

جن لوگوں نے ہجرت کی ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد اپنے آبائی وطن ہی میں رہی اور روسی قوم کے اندر رہ کر انھوں نے نہایت نمایاں جگہ حاصل کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ معنوی اعتبار سے نہایت طاقتور شخصیت رکھتے تھے۔ خود زار کے ہاں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔ اس کا خاص محافظ دستہ انہی کے امراء اور رؤساء سے مرکب تھا۔ روس کے بادشاہوں کا لباس تک چرکسی انداز کا ہوتا تھا اور یہ لباس ان کی تمام وسیع سلطنت میں منجملہ سرکاری لباس کے سمجھا جاتا تھا۔ ان کی شہسواری، بہادری، زندگی اور سرگرمی کی تمام روس میں دھوم تھی اور ان کی معنوی شخصیت نے اجتماعیات کے اس مسلمہ قاعدہ کو باطل کر دیا تھا کہ مغلوب ہر معاملہ میں غالب کی پیروی کرتا ہے۔ یہاں معاملہ برعکس تھا، ہر چیز پر مغلوب کا رنگ چھایا ہوا تھا۔

بہرحال "ادیغہ" اپنی قدامت پرستی، اپنے ترقی یافتہ عادات و رسوم اور اپنی اجتماعی اور خانگی زندگی کی خصوصیات میں نہایت پختہ تھے۔ اس لئے روسیوں کے قبضہ و غلبہ سے ان کی قومیت اور اجتماعی زندگی ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی۔ وہ آج تک پورے استقلال کے ساتھ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ خود روسیوں نے





بھی اس کا ایک حد تک احترام کیا اور بہت کچھ ان سے سیکھا۔ سیاسی اور انتظامی اعتبار سے ان کو ایک قسم کی اندرونی خود مختاری حاصل ہوئی۔ جبری بھرتی کا قانون ان پر عائد نہیں ہوا۔ ان کو یہ نمایاں عزت بھی حاصل ہوئی کہ قفقاز کا گورنر شاہی خاندان کا کوئی ڈیوک اور پرنس ہو گا۔

روس کی بالشوزم دین و مذہب کی دشمنی، علماء کی بیخکنی اور مذہبی اشخاص کی عداوت میں جو شغف رکھتی ہے دنیا کو معلوم ہے۔ بایں ہمہ قفقاز کے ان مضبوط مسلمانوں پر وہ کوئی اثر نہ ڈال سکی۔ بالشویک ارباب حل و عقد بہت سی رد و بدل کے بعد بالآخر مجبور ہوئے کہ ان مسلمانوں کی شخصیت اور اپنی کمزوری کا اعتراف کریں اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

دوسری قوموں کی طرح قفقاز کی ان مسلم قوموں کی اپنی حکومتیں ہیں۔ یہ سویٹ جمہوریتیں ہیں جو ہر چند کہ اصولی اور اجتماعی نظام کے لحاظ سے سویٹ اتحاد میں منسلک ہیں لیکن اپنے مقامی اور انتظامی معاملات میں بالکل آزاد ہیں۔

قفقاز کے شمال میں چرکسی قبائل ــــ ادیغہ، داغستان، ششن، الاتین ــــ سنی کی حکومتوں کا مجموعہ ہے۔ ان لوگوں کے پاس جدید علوم کی تعلیم کے لئے ایک عظیم الشان یونیورسٹی بھی ہے۔ ان کی اپنی زبان اور روسی زبان (جو اجباری زبان ہے) میں اخبارات بھی نکلتے ہیں، انجمنیں، دار الاشاعت، کتابیں، اور علمی و دینی مدارس بھی ہیں۔ (موخر الذکر کے متعلق ہماری اطلاعات مخصوص ذرائع پر مبنی ہیں)

باشندوں کی اکثریت کا ذریعہ معاش کھیتی ہے۔ ان کا ملک مختلف قسم کی پیداوار اور کوئلہ اور پٹرول کا مخزن ہے۔ قدرتی مناظر کی بھی کمی نہیں ہے۔ برف کی چادروں سے ڈھکے ہوئے پہاڑ، سبزہ سے بھری ہوئی وادیاں، خوشگوار پانی کی بہتی ہوئی نہریں، صحت بخش مقامات، تبدیل آب و ہوا کی جگہیں، سرما بسر کرنے کے مرکز، سب موجود ہیں۔ پہاڑوں کی برفانی چوٹیوں پر بھی، اور ساحل

کے قریب بھی۔ جہاں معتدل حرارت کے ساتھ ساتھ فراز کی خوش قامتی، نشیب کی سبزہ پوشی و دل آویزی اور پانی کی نیلگونی کی تمام دلربائیاں موجود ہیں۔

---

**دوسری قسم ــــ ترکی** مسلمان قوموں کی دوسری قسم جو موجودہ روسی حکومت کے ماتحت ہے، ترکی نسل سے ہے یعنی یہ غیر قفقازی ہے۔ یہ قفقاز کے جنوب مشرق میں، بحر اسود کے ساحل پر جزیرہ نمائے کریمیا میں، دریائے ولگا کے دامن اور صوبہ قازان میں، اور مغربی ترکستان وغیرہ میں آباد ہیں۔

۱۔ قفقاز کے جنوب غربی میں "اذربیجان" آباد ہیں۔ ان کی تعداد ایک ملین یا اس سے کچھ زیادہ ہے۔ ان کا مرکزی شہر بحر قزوین کے ساحل پر باکو ہے جو پٹرول کے کنوئیں کے لئے مشہور ہے۔ ان میں تاجروں اور دولتمندوں کی کثرت ہے لیکن ایک زمانہ دراز تک یہ بالکل سکون و جمود کی حالت میں پڑے رہے۔ سب سے پہلے ۱۹۰۵ء کی روسی بغاوت نے ان کو جھنجھوڑا اور ان میں سیاسی و اجتماعی بیداری کی حرکت پیدا ہوئی۔ انھوں نے اپنے کریمیا اور قازان کے ہم قوموں سے رشتہ جوڑا۔ انجمنیں قائم کیں اور ان میں لیڈر اور رہبر پیدا ہوئے اور تعداد کی کمی کے باوجود انھوں نے بہت جلد ایک موثر اور کارفرما عنصر کی جگہ حاصل کر لی۔ انھوں نے بہت سی سیاسی، اجتماعی اور اصلاحی کانفرنسیں منعقد کیں یہاں تک کہ سوویٹ اتحاد کے اندر ان کی مستقل جنوبی قفقازی جمہوریہ قائم ہوگئی۔

۲۔ بحر اسود کے ساحل پر جزیرہ نمائے کریمیا میں جو مسلمان آباد ہیں، ان کی تعداد دسوں ہزار تک پہنچتی ہے۔ ان کا مرکز بغچہ سرائے ہے۔ یہ شہر اپنے پیچھے ایک عظیم الشان تاریخ رکھتا ہے اور اب بھی اپنی صنعتی اور تہذیبی اہمیت قائم کئے ہوئے ہے۔ اس میں کتب خانے،





مدرسے، کارخانے موجود ہیں۔ چھاپہ خانے بھی ہیں جن سے تاتاری اور روسی زبانوں میں کتابیں اور رسائل وغیرہ نکلتے رہتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ان کے لیڈروں میں سب سے زیادہ عظمت و شہرت اسمٰعیل بک غصبرنسکی نے حاصل کی۔ یہ ترجمان کے نام سے ایک اخبار تاتاری اور روسی زبان میں نکالتے ہیں۔ سیاسی و اجتماعی حالات کی اصلاح و ترقی کے وسائل پر غور کرنے کے لئے تمام اسلامی قوموں کی ایک کانفرنس کا خیال ان کے سامنے مدت سے تھا۔ یہ اسلامی اتحاد کے مشہور علمبرداروں میں ہیں اور ان کے خیالات بہت کچھ پھیلے لیکن وہ عملی شکل میں صرف ۱۹۳۰ء میں ظاہر ہوسکے جب بیت المقدس میں عالم اسلامی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔

۳۔ دریائے ولگا کے دامن، اورال، قازان، ارنبرگ اوراوفا اور سمارا وغیرہ کے مسلمان شہروں اور دیہاتوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد مجموعی آبادی (۵ لاکھ) کا ایک تہائی حصہ ہے۔

یہ لوگ محنتی اور کھرے ہیں۔ ان کی نسل ان تاتاری قبائل سے ہے جنھوں نے صدیوں تک روس پر حکومت کی ہے۔ اب تین سو برس سے یہ روسیوں کے ماتحت ہیں لیکن اپنی قومیت، مذہب، اور کلچر کو بچائے ہوئے ہیں۔

شہر قازان روس میں اسلامی سرگرمیوں کا مرکزی شہر سمجھا جاتا ہے۔ اس میں مدرسے، مکتب، مسجدیں، مطبع اور اخبارات سب موجود ہیں۔

جاپان میں جو مسلمان آباد ہیں اور جنکی تمام اسلامی دنیا میں بڑی شہرت ہے وہ نسلاً انہی تاتاری قازانیوں سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ انھوں نے وہاں ایک اسلامی انجمن اور ایک دینی مدرسہ قائم کر رکھا ہے اور برابر علمی و مذہبی وفود جامع ازہر بھیجتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں

انھوں نے ایک مسجد بھی بنائی ہے جس کے افتتاح کی تقریب میں مصر، حجاز اور یمن تک کے نمائندے شریک ہوئے تھے۔

۴۔ مغربی ترکستان کے مختلف حصوں میں بہت سی مسلمان قومیں آباد ہیں اور یہ سب کی سب اپنے پرانے رنگ ڈھنگ کی بڑی دلدادہ ہیں۔ تعداد میں یہ کسی طرح بیسؔ ملین سے کم نہ ہوں گی۔

یہ وسیع ملک ایک وسیع میدان ہے جو کوہستان تای اور کوہستان پامیر کے بیچ میں پھیلا ہوا ہے۔ تمام ترکی قبائل ـــ ازبک، ترکمان، قرغیز، قازاق، نوغای وغیرہ کی جنم بھوم یہی ہے۔ یہی ان کا گہوارہ اور یہی ان کی تہذیب کا سرچشمہ ہے۔ ان کی حکومتوں، ان کے خاقانوں اور ان کے خانوں اور سلطانوں کا ظہور یہیں سے ہوا۔

یہاں کی زمین نہایت زرخیز ہے۔ ہر قسم کے غلے، پھل اور روئی کی کاشت ہوتی ہے۔ پانی کے قدرتی ذخیرے اور سرچشمے بہت ہیں۔ نہر جیحون اور نہر سیحون اسی علاقہ کو سیراب کرتی ہیں۔ مغربی ترکستان کا یہ علاقہ اس وقت روس کے قبضہ میں ہے۔ مشرقی ترکستان، جس کا مرکزی شہر کاشغر ہے چین کے زیر فرمان ہے۔ لیکن بالشویک اثر کچھ دنوں سے وہاں بھی بڑھ رہا ہے۔ اسی مشرقی ترکستان کے باشندے تھے جنھوں نے چین کے اصلی باشندوں اور اہل تبت میں اسلام کی اشاعت کی

ترکستانی مسلمان نہایت دیندار ہوتے ہیں۔ سب کے سب سنی حنفی المذہب ہیں۔ صرف قرغیزیوں میں بعض پرانی رسمیں چلی آتی ہیں۔ یہ اور ترکمان تعداد میں زیادہ لیکن خانہ بدوش چرواہے ہیں۔

ازبک ان میں سب سے نمایاں اور سب سے بہتر ہیں۔ ان کا علاقہ نہایت زرخیز ہے۔





ان کے ہاں نہایت عمدہ اور کثیر تعداد میں روئی پیدا ہوتی ہے۔ ان کے شہر وسط ایشیا کے مشہور شہر ہیں۔ مثلاً طاشقند، سمرقند، بخاری، خوقند وغیرہ۔

روس کے مسلمانوں کے یہ حالات ہیں جن کو ہم نے مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ زیادہ تفصیل کا موقع نہیں تھا۔ اب بالشویکوں نے ہمارے درمیان اور ہمارے ان بھائیوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی ہے اور مسلمانوں کو الگ الگ کرنے کیلئے وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ معلوم ہے کہ ہر جماعت اور ہر قبیلہ کی ایک مستقل جمہوریہ ہے۔

---

# تفسیر سورہ فیل

اس کتاب کی ہر فصل ایک مستقل کتاب ہے۔ واقعہ فیل کی اصلی حقیقت اس کتاب کی اشاعت سے پہلے بالکل مجہول تھی جس سے سورہ کی تفسیر میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ مولاناؒ نے کلام عرب کی مدد سے واقعہ کی تمام تفصیلات فراہم کر کے تمام تاریخی غلطیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ واقعہ طیر کو بھی عجائب پرستی نے بالکل دوسرا رنگ دیدیا تھا۔ مولاناؒ نے اس واقعہ کے متعلق بھی عینی شہادتیں جمع کر کے اس کی اصلی حقیقت آشکارا کر دی ہے اور اسی سلسلہ میں رمی جمرات اور حج کے دوسرے مراسم کے اسرار و حکم نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

کتابت و طباعت بہترین۔ کاغذ عمدہ۔ قیمت:۔ عربی ۸/ – اردو ۴/

”منیجر“

# تلخیصات

## شرق عربی کی بیداری

### فرضی خطرات کا بھوت

آج یورپ میں ایک سیاسی گروہ شرق عربی کی بیداری سے طرح طرح کے خطرات کا اظہار کر رہا ہے۔ ان کو اندیشہ ہے کہ اس بیداری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام ممالک عرب عنقریب متحد ہو جائیں گے اور ان کا یہ اتحاد یورپ کے لئے ایک عظیم خطرہ ہوگا۔ "ممالک عرب کا اتحاد" اور یورپ کے لئے اس کا ایک "ہولناک خطرہ کی شکل میں نمودار ہونا" ہماری خوش قسمتی کے زمانہ کی باتیں ہیں۔ اس دور بدبختی و نامرادی میں ان چیزوں کی یاد دلانا خوش قسمت یورپ کی طرف سے ہمارے ساتھ کچھ اچھا معاملہ نہیں ہے۔ تاہم ہم خوش ہیں کہ اس کے باطنوں کو ہماری ساکت نبض کے اندر بھی کچھ حرکت محسوس ہوتی ہے۔ مگر اس شومی بخت کا کیا علاج کہ جو سرزمین یورپ کے لئے خطرات کے کانٹے پیدا کرتی ہے وہی سرزمین اس کی امیدوں کے تخم کی اصلی پرورشگاہ بھی ثابت ہوتی ہے۔

ان خطرات کی منادی کرنے والوں کا سرخیل مشہور جرمن سیاسی صاحب قلم پال اشمٹز (Paul schmitz) ہے جس نے پچھلے سال اس عنوان پر





ایک مستقل تصنیف شائع کی ہے۔ وہ شرق عربی کی بیداری کی بنا پر تمام عالم اسلامی کی نسبت پیشنگوئی کرتا ہے کہ عنقریب وہ ایک متحدہ صف میں ہو کر یورپ کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور ساتھ ہی خود یورپ کی طرف سے نہایت بددل و مایوس ہے کہ ایک طرف اگر عالم اسلامی کی بیداری خیال سے حقیقت کی شکل اختیار کر رہی ہے اور اس کا خطرہ سخت سے سخت تر ہوتا جا رہا ہے تو دوسری طرف یورپ اس خطرہ سے نہ صرف غافل ہے بلکہ آہستہ آہستہ اس کی زنجیر کی تمام کڑیاں ٹوٹتی جا رہی ہیں۔

اس کے اندیشے اور دلی جذبات خود اس کے الفاظ میں یہ ہیں:-

"آج ہمارے اندر کوئی ایسا رشتہ باقی نہیں رہ گیا ہے جو تمام اقوام یورپ کو باہم گرجوڑ دے۔ مذہب کے اندر بھی آج وہ کشش باقی نہیں رہی کہ اس کی صدائے وحدت تمام یورپی اقوام کو ایک محاذ پر جمع کر دے۔ حکومتوں کی انانیت نے قدیم یورپ کے اس رشتۂ اتحاد کو کلیتہً توڑ دیا۔ انیسویں صدی میں یورپ میں یہ ولولہ تھا کہ یورپ کو اپنی تہذیب تمام دنیا میں عموماً اور شرق میں خصوصیت کے ساتھ پھیلانی چاہئے۔ لیکن آج یہ ولولہ بھی سرد ہو کے رہ گیا ہے اور شرقی قومیں فنی اعتبار سے بھی اب یورپ کی کچھ ضرورت مند نہیں رہ گئیں۔"

بعینہٖ اسی خیال کی تائید ایک اور شخص کی طرف سے بھی کی گئی ہے جس نے اپنا نام اسعد بک ظاہر کیا ہے یہ شخص دراصل روسی النسل ہے۔ روس کی بغاوت کے بعد یہ وسطی یورپ میں پہنچ گیا اور وہاں اس نے فریب کارانہ قبول اسلام کا اعلان کیا اور اب ایک مسلمان کے بھیس میں ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ دو سال ہوئے اس نے جرمنی زبان میں ایک کتاب لکھی جس کا فرانسیسی زبان میں "اللہ اکبر" کے نام سے ترجمہ ہوا ہے۔ اس کتاب میں اس نے عالم اسلامی کے ماضی و مستقبل پر بحث کی ہے۔ ایک موہومہ سعودی عربی شاہنشاہی

کے قیام کے خطرات سے ڈرایا ہے۔ جو عنقریب تمام عربی ممالک کو اپنے نظام کے اندر لے کر سارے یورپ کے امن کے لئے خطرہ بن جائے گی۔ اسلام کے صدر اول میں فلسطین اور شام میں بزنطینی شاہنشاہی کے ضعف کا جو حال تھا، انگریزوں اور فرانس کے موجودہ ضعف کو اسی حد تک اس سے ملتا جلتا قرار دے رہا ہے۔ اور اس کا خیال ہے کہ ان حکومتوں کی یہی کمزوری عربی فتوحات کے لئے راہ ہموار کر رہی ہے اور آخر میں اس نے تمام یورپ کو دعوت دی ہے کہ وہ مستقبل کے اس خطرہ سے ہوشیار رہے۔

ان کے علاوہ ایک اور جرمن مصنف بھی ہے جو اپنے تمام معاصرین میں دقت نظر وسعت معلومات اور پاکیزگی قلم کے لئے شہرت رکھتا ہے۔ اس کا نام جیز لیبرورسنگ (Goether wrong?) ہے۔ اس عنوان پر اس کی ایک کتاب "انگریز، یہود اور عرب فلسطین میں" حال میں شائع ہوئی ہے۔ اس نے ایک مشہور جرمن اخبار میں ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں فلسطین کے عربوں کی بہادری کو سراہتے ہوئے لکھتا ہے۔

"ان کو محض ٹولیوں کی شکل میں نہیں سمجھنا چاہئے۔ قریب ہے وہ زمانہ کہ وہ مشرق کی ایک منظم اور تربیت یافتہ فوج کی صورت اختیار کر لیں گے اور ہر طرح کے اسلحے سے مسلح ہو جائیں گے۔ ان کی تعداد کسی طرح تیس چالیس ہزار سے کم نہ ہوگی۔ اور یہی تعداد اسپین کی بغاوت کے شروع میں جنرل فرانکو کی فوج کی تھی۔" اس کا خیال ہے کہ عربوں نے فلسطین میں تین شہروں، بیت المقدس، تل ابیب، اور حیفہ، کے سوا بقیہ تمام پر کچھ دنوں کیلئے عملاً قبضہ کر لیا تھا۔ پھر وہ ریف کی اس لڑائی کو یاد دلاتا ہے جس میں اسپین کو عبدالکریم سے مقابلہ کرنے کے لئے بالآخر فرانس کی مدد لینی پڑی اور اس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اسوقت مشرق عربی پوری سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ جدید طریق جنگ سیکھنے میں مشغول ہے اور افسوس ہوگا اگر یورپ نے خطرہ کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔





# لیڈر

بعضوں کا خیال ہے کہ لیڈر حوادث وواقعات کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ مصائب وتکالیف کا ہجوم جب بڑھتا ہے تو عوام کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت وبیزاری کی ایک موج اٹھتی ہے اور یہ موج ان کے اندر سرکشی وبغاوت کا ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس وقت لوگوں میں اپنے اندر سے ایک ممتاز آدمی کی جستجو کی عام خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی مضطرب اور پریشان خواہش کچھ دنوں کی جدوجہد کے بعد ایک لیڈر تلاش کر لیتی ہے اور پھر اس کو اپنے تمام نیک وبد کا مالک بنا دیتی ہے۔

یہ رائے بڑے بڑے علمائے اجتماعیات وسیاسیات کی ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ اس میں بہت کچھ صداقت شامل ہے لیکن میری اپنی رائے اس کے بالکل برعکس ہے۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ عوام میں کتنی ہی سرکشی پیدا ہو جائے، وہ نفرت وانتقام کے جوش سے کتنے ہی مشتعل ہو جائیں، اور اپنی مشکلوں سے چھوٹنے کے لئے کتنے ہی ہاتھ پاؤں ماریں لیکن اس ہنگامہ کے اندر ان کو لیڈر اسی وقت ملتا ہے جبکہ کسی نے امن وسکون کے زمانہ میں اپنے کو اس لیڈری کے لئے تیار کیا ہو۔

پس حقیقی لیڈر وہی ہے جس کو یہ احساس ہو کہ تقدیر نے اس کو قوم کی رہنمائی کے لئے پیدا کیا ہے اور چاہے قوم اس سے رہنمائی کا مطالبہ کرے یا نہ کرے، وہ اپنی حالت بدلنے اور ایک نئی راہ پر چل پڑنے کے لئے آمادہ ہو یا نہ ہو لیکن وہ اپنی شخصیت کو مثال بنا کر ساری قوم کو ایک نئی شاہراہ پر چلا دے۔

میری مضبوط رائے یہ ہے کہ حقیقی لیڈر وہ ہے جس کو یہ منصب خدا کی طرف سے نصیب ہو۔ جو ایک مخصوص تخیل پر ایمان رکھتا ہو۔ اس تخیل کی تکمیل کے لئے ہر لمحہ وقت کا منتظر ہو، اور اس کیلئے جان و مال کی آخری بازی کھیلنے کیلئے اپنے تئیں آمادہ کر چکا ہو۔ اور ساتھ ہی اس خیال سے وہ بالکل آنکھیں بند کرلے کہ حالات اس کے تخیل کی تکمیل کے لئے سازگار رہوں گے یا نہیں۔ وہ ناکام ہوگا یا کامیاب!!

وہ برابر غور کرتا ہے، مطالعہ کرتا ہے، اسکیمیں بناتا ہے، تجویزیں مرتب کرتا ہے اور عوام سے الگ تھلگ ہو کر اپنے کو عمل کے لئے تیار کرتا ہے۔ یہی مسلسل اور ان تھک تیاری اس کیلئے مناسب فرصت تلاش کرتی ہے اور پھر جب اس کو یہ فرصت ہاتھ آجاتی ہے اور لیڈری کی ذمہ داریاں اس کے سر پر آپڑتی ہیں تو یہی تیاریاں اس کو سہارا دیتی ہیں۔

پس ایک لیڈر سب سے پہلے اپنے کو تیار کرتا ہے۔ وہ اپنے پیش نظر اغراض و مقاصد کو سوچتا ہے۔ اپنے نقطہ نظر کے تمام حدود کو متعین کرتا ہے۔ پھر زمانہ اور حالات کی گھات میں بیٹھتا ہے۔ اور اپنی تمام بہترین طاقتوں کو مستعد رکھتا ہے کہ جب یہ سازگار ساعت نمودار ہو فوراً اس کو اپنے آہنی پنجوں میں گرفتار کرکے اپنی مرضی کے آگے اس کو جھکا دے۔

موسولینی نے ایسا ہی کیا، ہٹلر نے بھی یہی راہ اختیار کی، پرتگال کے ڈکٹیٹر سینور اولیویرا سالازار کی زندگی سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔ یہ تمام لیڈر جو کچھ کرنا چاہتے تھے، پہلے سے جانتے تھے۔ ان کا مقصد ان کی نگاہ اور ان کے دل کے سامنے تھا۔ انھوں نے اپنے خاص دوستوں اور رفیقوں کے ذہنوں کو اس کے لئے بالکل تیار کر دیا تھا۔ چنانچہ جب ان کو مناسب فرصت ہاتھ آئی اس سے فائدہ اٹھانے میں ان کو کوئی تردد نہیں ہوا۔ انھوں نے اس راہ میں بیدریغ اپنی..... عزیز سے عزیز متاع قربان کر دی۔





پس میرے نزدیک لیڈری کی راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ آدمی اپنی تربیت میں لگ جائے لیکن یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ تربیت کتنی ہی اعلیٰ ہو، ذہانت کتنی ہی غیر معمولی ہو لیکن جب تک کہ آدمی کے اندر ایک ایسی ممتاز اخلاقی قوت نہ ہو جو قیادت کا مظہر بن سکے اسوقت تک لیڈر کامیاب اور صحیح لیڈر نہیں ہو سکتا۔

اب ہم مختصراً ان اخلاقی صفات کی طرف بھی اشارہ کردینا چاہتے ہیں جو ایک لیڈر کے اندر لازمی ہونی چاہئیں ورنہ عوام نہ تو اس لیڈر کی بات سنیں گے اور نہ اس پر اعتماد کریں گے۔

ان میں سب سے مقدم ایک اعلیٰ اور برتر تخیل پر پختہ ایمان ہے۔ ایسا پختہ ایمان جو صوفیوں کے مذہبی ایمان کی طرح ہو، جو تمام فکر، تمام جذبہ، اور تمام احساسات پر غالب آجائے اور عوام تک سحر و شعبدہ کا اثر دکھائے۔

ایمان کے بعد دوسری چیز عمل اور تنفیذ کے لئے ناقابل فتح و تسخیر ارادہ ہے۔

لیکن یہ ارادہ احمقانہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایک محال سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے یا کسی محض خیالی آرزو کے جال میں پھنس کر رہ جائے۔ نہایت استوار اور حکیمانہ ہونا چاہئے جو حالات اور مقصد میں تطبیق دے سکے۔

موسولینی کو حبشہ میں نہایت عمدہ چراگاہ مل گئی کیونکہ اس کا ارادہ نہایت حکیمانہ تھا۔ وہ اس بات سے خوب واقف تھا کہ فرانس اور انگلینڈ کے باہمی اختلافات سے کس طرح فائدہ اٹھانا چاہئے۔

چیکوسلوواکیا کے قبضہ سے پہلے رائن، آسٹریا اور سوڈٹن میں ہٹلر کو نہایت شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں اس لئے کہ اس کا ارادہ نہایت حکیمانہ تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اپنے حریفوں کی فوجی کمزوری سے کس طرح فائدہ اٹھائے۔ وہ اس راز سے بھی باخبر تھا کہ جب تک

انگلینڈ کے مفاد پر براہ راست کوئی زد نہیں پڑے گی اس وقت تک وہ میدان جنگ میں اترنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

پس ان دونوں ڈکٹیٹروں کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کی اصلی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے کوئی ایسا اقدام نہیں کیا جس کی کامیابی ناممکن ہو۔ اگر ان کے ارادے بے سوچے سمجھے اور احمقانہ ہوتے تو یقیناً انھوں نے جس پتھر سے دوسروں کا سر کچل دیا وہی پتھر خود ان کے سر کو پاش پاش کر دیتا۔

پختہ ایمان اور حکیمانہ ارادہ کے بعد تیسری چیز جو ایک صحیح لیڈر کی ضروری صفت ہے وہ اس کی پاکیزگی ہے اور یہ چیز مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کا احتساب کرنے میں نہایت سخت گیر ہوتا ہے۔ وہ ان کی کسی غلطی اور لغزش سے اغماض نہیں کرتا اور نہ ان کی کسی کمزوری اور نافرمانی کو معاف کرتا۔

ایک سچا لیڈر فطرۃً بلند اور پاکیزہ طبیعت رکھتا ہے۔ وہ شخصی فوائد کی گھات میں نہیں بیٹھتا۔ وہ روپیہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ عورت بھی اس کی نگاہ میں کوئی خاص جگہ نہیں رکھتی۔ وہ اپنے تخیل اور احساسات میں غرق رہتا ہے اور اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سادہ اور زاہدانہ زندگی ضروری سمجھتا ہے۔

مگر سب سے زیادہ اہم چیز جو ایک لیڈر کے جانچنے کا معیار ہے وہ اپنے ساتھیوں کے احتساب میں اس کی سخت گیری ہے۔ اگر وہ اپنے رفقا کی غلطیوں سے چشم پوشی کرے تو وہ برباد ہو جائیگا اگر ان کی خود مختاری اور آزادی کے حدود سمجھنے میں غلطی کرے اور معمولی باتوں کی بنا پر ان کو عدول حکمی اور نافرمانی کا مجرم قرار دیدے تو بھی وہ اپنے تئیں تباہ کرے گا۔ اسی طرح اگر وہ مطلق العنانی اور استبداد کی راہ اختیار کرے، مشورہ کو ناپسند کرے، باطل کے ذریعہ حق کے اجماع کو





دبا دے، اپنی رائے کو طاقت کے زور سے دوسروں پر مسلط کرے تو کبھی کامیابی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس رفقاء کے احتساب کی راہ بڑی کٹھن ہے۔ یہ سخت گیری اور عدل کے درمیان ایک نہایت باریک خط ہے جس کا امتیاز نہایت مشکل ہے۔ اس کے پہچاننے میں ادنیٰ کوتاہی نہایت مہلک نتائج تک منتہی ہو سکتی ہے۔

لیڈر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے فرق مراتب سے واقف ہو اور ان میں سے ہر ایک کو اس کی صحیح جگہ میں رکھے۔ ان کے باہمی تنازعات کے معاملہ میں بالکل غیر جانبدار رہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ایک لیڈر میں جو باتیں ہونی چاہئیں وہ حسب ذیل ہیں:-

نہایت کامل تربیت، اپنے مقصد سے پوری واقفیت، مقصد پر پختہ ایمان، اٹل ارادہ، اخلاقی پاکیزگی، کامل عدل کے ساتھ ساتھیوں کا احتساب۔

(الہلال بحوالہ لیزانال)

---


# رسالہ "البیان" امرتسر

امت مسلمہ امرتسر کی طرف سے "البیان" باقاعدہ طور پر جاری ہو گیا ہے۔ یہ پرچہ قرآنی علوم و معارف کی تبلیغ و اشاعت کے لئے وقف ہے۔ نمونے کی کاپی مفت طلب کی جا سکتی ہے۔

مینجر "البیان" امرتسر

# حکمت غرب

## مارکس اریلیس کے خیالات

از جناب مولوی نیاز احمد صاحب صدیقی ایم اے

عام طور پر یوں کہتے ہیں کہ "دیوتا اسکیپی الیس (Aesculapius) نے فلاں فلاں اشخاص کو حکم دیا کہ وہ شہ سواری، یا ٹھنڈا غسل کریں، یا کچھ دنوں کے لئے جوتے پہننا ترک کر دیں۔" بالکل اسی سے ہم آہنگ بات ہم کہتے ہیں کہ "عالمگیر فطرت کا حکم ہے کہ فلاں فلاں اشخاص بیمار ہوں، اپنے کسی عضو سے محروم ہو جائیں، انھیں کوئی داغ مفارقت دے وغیرہ وغیرہ"۔ اول الذکر قصہ میں لفظ "حکم دیا" کے ایک عام معنی یہ ہیں کہ فلاں فلاں اشخاص کے واسطے فلاں فلاں علاج تجویز کیا گیا جو ان کی صحت کیلئے مفید ہے۔ آخر الذکر میں لفظ "حکم دیا" کی اہمیت یہ ہے کہ "جو افتاد جس شخص پر پڑتی ہے وہ اس کے لئے یوں ہی مقدر کی گئی ہے کیونکہ وہ اسکی تقدیر کے مناسب حال ہے۔" واقعات کے "رونما" یا "نازل" ہونے کے فقرہ سے ہمارا مفہوم بالکل وہی ہوتا ہے جو ایک معمار کا ہوتا ہے جبکہ وہ مربع پتھروں کو کسی دیوار یا مخروطی عمارت کی تعمیر میں عمارت کے ساتھ چن کر کہتا ہے کہ ان کا اتصال نہایت خوب ہے۔

ایک ہمہ گیر ہم آہنگی ساری چیزوں میں پائی جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح یہ کائنات





منفرد اجسام کا ایک تنہا اور ٹھوس مجموعہ ہے۔ قسمت ایک ایسا سبب عظیم ہے جو مجموعۃ الاسباب ہے۔ اس کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نکتہ کو مابعد الطبیعیات کے بڑے سے بڑے منکر بھی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ سب کچھ آورد وہ قسمت ہے۔" بہ الفاظ دیگر "جو افتاد جس پر پڑتی ہے وہ اس کیلئے مقرر یا مقدر ہو چکی تھی"۔ پس ہمیں ان مقدرات کو اسی جذبہ سے قبول کرنا چاہئے جس جذبہ سے اسکیپی الیس[۱] (Aesculapius) کے احکام قبول کئے گئے ہیں۔ اس دیوتا کے احکامات بھی بسا اوقات کافی ناگوار ہوتے ہیں تاہم ان کو ہم اس امید پر قبول کرتے ہیں کہ وہ باعث صحت ہونگے۔ پس جو کچھ بھی عالمگیر فطرت کو بہتر معلوم ہو رہا ہے اس کی تکمیل کو اسی نظر سے دیکھ جس نظر سے تو خود اپنی صحت کو دیکھتا ہے۔ نوشتہ تقدیر کو اگرچہ وہ اکثر تیرے لئے سخت ہو، اس یقین محکم کے ساتھ بخوشی قبول کر کہ اسے کائنات کی صحت روحانی اور خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کا مقصد اعلیٰ پیدا ہوتا ہے۔ اس کا یقین کر کہ خدا کسی پر کوئی بار نہیں ڈالتا بجز اس کے کہ اس کا مقصد مکمل نظام کی بہبودی ہو۔ معمولی سے معمولی شے کی فطرت صرف یہ ہے کہ وہ اس چھوٹی دنیا کے لئے فائدہ بخش ہو جس پر وہ کارفرما ہے۔ پس یہاں دو وجہیں ہیں جن کا حکم ہے کہ تو ہر افتاد کو تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کر۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ افتاد تیرے ہی خاطر وجود میں لائی گئی ہے، تیرے فلاح کے لئے مقسوم کی گئی ہے اور ازل ہی سے تیرے حصہ میں آئی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر افتاد جو انسان پر پڑتی ہے وہ اس قوت کے لئے ایک سبب باہمی ہوتی ہے جو کائنات پر کارفرما ہے اور کائنات کی فلاح و بہبود اور تکمیل بلکہ خود اس کے بقا کی ضامن ہوتی ہے۔ جز یا سبب جو اتحاد یا ربط قائم ہے اگر اس کی کوئی کڑی انسان توڑ دے تو کل کی جامعیت مجروح ہو جاتی ہے۔ اگر تو موجودہ پر ماتم اور اس کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے تو تو اپنی انتہائی کوشش سے اس ربط و اتحاد کی کڑی کو توڑنا چاہتا ہے۔

[۱] رومیوں کا یونانی دیوتا جو مردوں کو زندہ کر کے اپنی طاقت کا اظہار کرتا تھا۔ اس وجہ سے Zeus (زئی یس) کو اس پر غصہ آیا اور اس نے اس کو بجلی سے ہلاک کیا۔

# تقریظ و تبصرہ

**الفرقان مجدد الف ثانی نمبر** } مرتبہ مولانا منظور احمد نعمانی۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۲۰۸ صفحے۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ بہترین۔ قیمت نمبر خاص قسم اول عہ قسم دوم عہ، سالانہ قسم اول سے قسم دوم معمولی کاغذ عا۔ پتہ:۔ الفرقان، بریلی

گزشتہ سال الفرقان نے شہید نمبر شائع کیا تھا جس میں مجاہد اسلام حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے کارنامہائے حیات بیان ہوئے تھے۔ پیش نظر نمبر مجدد الف ثانی نمبر ہے۔ اس میں حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی کے مجاہدہ اور تجدیدی کارناموں کا ذکر ہے۔ اور اس عہد کے ان تمام فتنوں کا بھی تفصیلی تذکرہ ہے جنہیں حضرت مجددؒ نے اعلاء کلمۃ اللہ فرمایا۔ یوں تو اس نمبر کا ہر مضمون محنت سے لکھا گیا ہے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ الخلیفۃ السنوفیہ فی حضرۃ المجددیہ اور تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی، نہایت بصیرت افروز اور قابل قدر ہیں۔ "الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ" بھی اس لحاظ سے قابل مطالعہ ہے کہ اس میں عہد اکبری کے تمام فتنوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مگر اصل بحث پر صاحب مضمون نے کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔ یعنی الف ثانی کے تجدیدی کارناموں کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہی چیز دراصل اس تمام طول بیان کا حاصل تھی

**ادب لطیف سالنامہ نمبر** } مرتبہ جناب چودھری برکت علی بی۔ اے۔ و جناب مرزا ادیب بی اے تقطیع ۲۰×۳۰/۸ حجم ۲۲۲ صفحے کتابت وطباعت اور کاغذ عمدہ۔





قیمت نمبر خاص عہ۔ سالانہ چندہ مع سالنامہ وغیرہ سے۔ پتہ:۔ دفتر ادب لطیف۔ سرکلر روڈ۔ لاہور۔

یہ نمبر شرقی و مغربی ادبیات کا بہترین مجموعہ ہے۔ علمی و تنقیدی مضامین کم ہیں اور افسانے زیادہ۔ لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ اکثر افسانے ترقی پسند رجحانات سے متاثر اور ہمارے سماجی حالات کے مطابق ہیں۔ بعض افسانوں میں روسی طرز تحریر کی بھی جھلک ہے۔ ایک آدھ افسانے منظوم بھی ہیں مگر ہمارے خیال میں ان کے مصنفین ابھی کامیاب نہیں ہیں اور وہ اس کو اس سطح سے بھی بلند نہیں کر سکے ہیں جو ہماری قدیم مثنویوں میں قائم ہو چکی تھی۔ مضامین کے علاوہ جابجا تصویریں بھی ہیں جنکا معیار ابھی بہت پست ہے۔ بالخصوص سرورق کی تصویر نہایت غیر شاعرانہ اور آرٹ کے لئے ایک مضحکہ ہے۔

**قائد سالگرہ نمبر**۔ مرتبہ جناب اختر اسلام۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۱۰۶ صفحے کتابت وطباعت اوسط۔ کاغذ معمولی۔ قیمت سالانہ عہ ششماہی ۱۲ر پتہ:۔ دفتر قائد۔ فیل خانہ مراد آباد۔

اس رسالہ کا تعارف کسی گذشتہ نمبر میں ہو چکا ہے، یہ اس کا سالگرہ نمبر ہے۔ اس کے اکثر مضامین مذہبی مباحث پر ہیں۔ دو ایک ایسے ہیں جنہیں موجودہ معاشی مسائل کی بھی چاشنی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ "اساس انقلاب یا مراقبہ نماز"۔ "اسلامی سوشلزم اور مسلم سوشلسٹ کے اصولی عقائد" اچھے مضامین ہیں۔ آخر الذکر مضمون نہایت طویل اور ست ابواب میں پھیلا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ اس میں تصویر کا صرف ایک ہی رخ پیش کیا گیا ہے ضرورت تھی کہ موجودہ سوشلزم کے بانیوں کے اصول و عقائد اور ان کے فلسفے سے بھی تعرض کیا جاتا اور اس کی روشنی میں اسلامی سوشلزم اور روسی سوشلزم کا موازنہ کیا جاتا۔

**سہیل ماہانہ**۔ مرتبہ حکیم محمد طٰہٰ کمال ندوی آب گلوری۔ و جناب محمد شمس العارفین عارف سنبھلوی تقطیع ۲۰×۳۰/۸ حجم ۴۸ صفحے۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ سفید گلیز۔ قیمت:۔ سالانہ سے ششماہی عہ

مقام اشاعت:- شمسی پریس. گھسیار ٹولہ، گیا۔

یہ رسالہ سرزمین بہار سے جاری ہوا ہے۔ بہار کی آب و ہوا رسائل واخبارات کے لئے مہر پرور نہیں ہے۔ مگر یہ دیکھکر خوشی ہوتی ہے کہ بہار کے نوجوان ادیبوں کا طبقہ اس رسالہ کے ساتھ ہے۔ رسالہ کا مقصد علم وادب کی خدمت ہے۔ اور اس مقصد کو پیش نظر رکھکر اس میں اخلاق، تمدن، تاریخ وروحانیت وغیرہ سے متعلق مضامین بھی شائع ہوا کریں گے۔ چنانچہ اسی قبیل کا ایک مضمون مدیر کے قلم سے "خواب اور تعبیر خواب" پر کئی نمبروں میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون بحیثیت مجموعی اچھا ہے۔ بقیہ مضامین اور نظموں کا معیار ابھی بہت پست ہے۔ امید ہے مرتبین اسکی طرف جلد توجہ کریں گے۔

**ہونہار** - اڈیٹر جناب رام لوچن شرن بہاری و جناب انیس الرحمٰن۔ تقطیع [illegible] حجم ۲۵ صفحے کتابت وطباعت نہایت روشن۔ کاغذ عمدہ۔ قیمت سالانہ ۱؎۔ پتہ :- پستک بھنڈار پٹنہ۔

یہ ہونہار پرچہ بچوں اور بچیوں کے لئے خالص ہندستانی زبان میں جاری ہوا ہے۔ اور ہندی اردو دونوں رسم الخطوں میں علحدہ علحدہ شائع ہوتا ہے۔ اس کی زبان عموماً ایسی سادہ اور آسان ہے کہ بچے بڑی آسانی کے ساتھ اس کے مضامین سمجھ سکتے ہیں۔ بچوں کی معلومات میں اضافہ کرنے اور ان کی تفریح طبع کے لئے اس میں ہر قسم کے سامان فراہم کئے جاتے ہیں مضامین سے متعلق تصاویر کا بھی کافی اہتمام ہے۔

کہیں کہیں اس رسالہ میں شمالی ہند کے عام فہم الفاظ و محاورات کو چھوڑکر سنسکرت اور ہندی کے نامانوس الفاظ و محاورات کے کھپانے اور چلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند الفاظ درج کرتے ہیں۔ آکاش، دھرتی، بیروں، تیرتھوں، درشن، ایدیش، گلف، و نچا، اطفار، رتن، سجاپتی، جیون، پکار، سوگا، اچرج، یاسو میں، باگھ، جنتر، جانکاری، راج کاج، لسپری





باؤ سنڈل، سادھن، گھنگھ، دیکھ ریکھ، دوپہر، زمان، بھار، اکھڑنا، سرپرا، انگ، انس، وہارن، کرم، اشٹرؤ، کھٹائی، روپ دھارن، پڑھکو،

اسی طرح ہندستانی کے بالمقابل سنسکرت وہندی کے بعض ہم معنی الفاظ بھی قوسین میں درج کئے گئے ہیں۔ حالانکہ ان کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جیسے عالم (پنڈت) عالم (بیددان) بحث ومباحثہ (شاستراتھ) عربی ادب (عربی ساہیتہ) سیاسی (راج نیتی) نجوم (جیوتش) علم ہیئت (کھگول) علم نجوم (جیوتش شاستر)

ہندستانی زبان کے معاملہ میں برادران وطن کی یہی باتیں ہیں جن سے مسلمانوں کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ بجائے ہندستانی کے کوئی دوسری زبان بنانا چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ رکن رسالہ اس معاملہ پر نیک نیتی سے غور کریں گے۔

**ضیاءالاسلام** - اڈیٹر مولوی محمد بہاء الحق قاسمی۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۴ حجم ۱۶ صفحے۔ کاغذ وکتابت وطباعت اخباری۔ قیمت سالانہ ۱؎۔ برما کیلئے ۶؎۔ پتہ :- دفتر ضیاءالاسلام۔ امرتسر۔

یہ اخبار دارالتبلیغ امرتسر کا پندرہ روزہ آرگن ہے۔ اس کے مقاصد یہ ہیں کہ دین اسلام اور مذہب اہل سنت والجماعت کی حمایت کی جائے اور مسلمانوں کو اسلام کے اندرونی وبیرونی دشمنوں کے حملوں اور اعتقادی وعملی فتنوں سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقاصد بہت نیک ہیں اور ان کی تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی اہم خدمت۔ لیکن حسن مجادلہ اور حکمت وموعظہ اس کیلئے پہلی شرط ہے۔ اخبار کے لب ولہجہ میں اس چیز کی کمی نظر آتی ہے۔

**احسن المقال فی رؤیت الہلال** } مصنفہ مولانا محمد عبید اللہ قادری الجہری۔ تقطیع ۲۰×۲۶/۸ حجم ۴۴ صفحے۔ کتابت وطباعت متوسط۔ کاغذ سفید۔ قیمت ۳؎

پتہ :- مولانا سید محمد الجہری قادری، مدرسہ شمس الہدیٰ، جھنڈرو۔ پٹنہ

رویت ہلال کے بارے میں فقہاء کا عرصے سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اور بظاہر ان کے اقوال باہم بہت متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس اختلاف کے محل و موقع کو واضح کیا جائے اور ان کے تعارض کو دور کرکے مسئلہ کو صاف و صحیح صورت میں پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے ایک استفتار پر اس ضرورت کا احساس فرمایا اور اس کے جواب میں یہ رسالہ لکھ کر دین کی ایک اہم خدمت انجام دی۔

مسئلہ رویت ہلال کے بارہ میں فقہا کے اختلافات کو جس صورت میں مصنف رسالہ نے سلجھایا ہے وہ ہمارے نزدیک پوری طرح قابل اطمینان تحقیق ہے۔ دیانت و معاملت اور روایت و شہادت کے اصولی فرق کی تقریر بھی بالکل واضح ہے۔ وقت کے جدید وسائل علم و اطلاع پر جو کچھ لکھا گیا ہے فقہا کے اقوال و تصریحات کی روشنی میں بالکل صاف ہے۔ بعض جزوی امور میں ہم کو تردد ہے لیکن اصل بحث نہایت منقح اور مدلل ہے۔ زبان بالکل مولویانہ اور فقہی ہے۔ عام لوگ اس کو نہیں سمجھ سکیں گے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ رسالہ زبان کی اصلاح اور بعض ضروری تشریحات کے اضافہ کے ساتھ دوبارہ چھاپ دیا جائے کہ اس کا فائدہ عام ہو۔ موجودہ صورت میں اس سے صرف علما فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ رسالہ اس امر کا ثبوت ہے کہ علماء میں مذاق اجتہاد و تحقیق ترقی پا رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

**اسلامی حقوق اور مسلم لیگ**۔ ناشر مولانا عبدالصمد رحمانی۔ تقطیع [illegible] حجم ۴۴ صفحے۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ متوسط۔ قیمت ۴ر۔ پتہ: مکتبہ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ (بہار)

یہ چھوٹی سی کتاب حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نائب امیر شریعت صوبہ بہار کے تین خطوط پر مشتمل ہے جو موصوف نے مسٹر جناح کو مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر لکھے تھے۔ ان خطوط میں مولانا نے مسلم لیگ اور برطانوی شہنشاہیت، مسلم لیگ اور مذہبی حقوق





کی حفاظت، اسلامی کلچر اور مسلم لیگ، پرسنل لا اور مسلم لیگ وغیرہ کے مختلف عنوانات کے تحت مسلم لیگ کی خدمات اور مسلمانوں کے واقعی حقوق کی توضیح فرمائی ہے اور مسٹر جناح کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اور ملی درد دکھ کا اصلی علاج یہ ہے کہ ہندوستان میں برطانیہ کے قائم کردہ نظام حکومت میں کلیۃً انقلاب برپا کیا جائے اور اس مقصد سے سردست حرب سلمی (پر امن سول نافرمانی) کی راہ اختیار کی جائے۔ آخر میں دو ضمیمے ہیں جن میں نظارت امور شرعیہ کا مسودہ پیش کیا گیا ہے۔ اور کلچرل اٹانومی اور اسلامی پرسنل لا کے قیام کے لئے چند اسکیمیں بیان کی گئی ہیں۔

**خیر جاری در رد مذہب خاکساری**۔ مصنفہ مولوی محمد بہاء الحق قاسمی۔ تقطیع [illegible] حجم ۳۰ صفحے۔ کتابت و طباعت صاف کاغذ معمولی۔ قیمت ا ر۔ پتہ۔ دار التبلیغ۔ امرتسر۔

یہ رسالہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے خاکساری عقائد کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ کسی سائل نے صاحب رسالہ سے دس سوالات کئے تھے اور ان کے جوابات قرآن سے طلب کئے تھے۔ صاحب رسالہ نے ان تمام سوالات کے جوابات قرآنی آیات ہی کی روشنی میں دئے ہیں جو اختصار کے باوجود اطمینان بخش ہیں۔

**سیرت بتولؓ** مولفہ جناب اعجاز الحق قدوسی۔ تقطیع [illegible] حجم ۴۴ صفحے۔ کتابت و طباعت روشن۔ کاغذ سفید گلیز۔ قیمت ۶ر۔ پتہ: بیگم اختر قدوسی۔ ناپلی جدید مکان نمبر ۱۱، لال ٹیکری حیدرآباد دکن۔

اس کتاب میں خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے مبارک حالات کو عام فہم اور سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ شروع میں آپکے خاندان، آپ کی پیدائش، آپ کی ہجرت اور نکاح اور آپ کی گھریلو زندگی کے حالات ہیں۔ پھر آپکے اخلاق و عادات خشیت الٰہی صبر و شکر، جرأت و شجاعت، سخاوت اور حیا و علم کا بیان ہے۔ اس کے بعد آپ کی معاشرتی

زندگی، رسول پاک صلعم کی وفات کے بعد کے حالات۔ اولاد کی تعلیم وتربیت اور آپ کے فضائل کو مختلف ذیلی عنوانات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب اس قابل ہے کہ عورتیں اس کا مطالعہ کریں اور بچیوں کے نصاب میں داخل کی جائے۔

**مثنوی معاش ومعاد** ۔ مصنفہ مولانا تمنا عمادی مجیبی پھلواروی تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۹۶ صفحے کتابت وطباعت صاف ستھری کاغذ متوسط قیمت ۱۲ر پتہ: مکتبہ دارالادب پھلواری شریف پٹنہ۔

اس مثنوی میں حیات اور حیات بعد الممات کے مسئلہ کو قرآن کی روشنی میں نہایت حکیمانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس مسئلہ کے متعلق متکلمین و ملاحدہ اور اسلام سے مختلف عقائد رکھنے والوں کے جو خیالات وشبہات ہیں۔ مصنف نے عقلی حیثیت سے انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو پیش کرکے ان کے ازالہ کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے بہت خوب ہے۔ البتہ آیت ولقد خلقنا فوقکم الخ کی تفسیر ہمارے نزدیک مختلف وجوہ سے محل نظر ہے۔

**مثنوی مذہب وعقل** ۔ مصنفہ مصنف مذکور۔ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۳۲ صفحے کتابت وطباعت عمدہ۔ کاغذ متوسط قیمت ۲ر۔ پتہ: مکتبہ دارالادب، پھلواری شریف۔ پٹنہ۔

مذہب وعقل کی معرکہ آرائی بہت مشہور ہے اور عہد قدیم سے چلی آتی ہے۔ اسی بحث پر یہ مثنوی لکھی گئی ہے اور اس میں مذہب وعقل کی باہمی نبرد آزمائی کے ذکر کے بعد آخر میں قول فیصل کے عنوان سے دونوں کے درمیان مصالحت اور تطبیق کی نہایت بہتر صورت پیش کی گئی ہے۔ یہ دونوں مثنویاں فارسی زبان میں ہیں۔ ضرورت تھی کہ ان کی زبان ہندوستانی ہوتی تاکہ اہل علم کے علاوہ عام لوگ بھی ان خیالات سے فائدہ اٹھا سکتے۔ تاہم مصنف کی فارسی شاعری اس زمانہ میں جبکہ اس کا چرچہ بالکل اٹھ گیا ہے، نہایت قابل قدر ہے۔



## تفسیر سورہ عصر

استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سورہ عصر کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ تفسیر خصوصیت کے ساتھ بعض دقیق مباحث قرآنی کی حامل ہے۔ لفظ عصر کی تحقیق اور زمانہ کے قسم کی تاویل نہایت بصیرت افروز ہے۔ آخر میں ایمان کے مفہوم اور حق وصبر کے باہمی تعلق کی تشریح بھی بڑی اثر انگیز اور ایمان افروز ہے۔ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۶۶ صفحے۔ کاغذ عمدہ۔ کتابت وطباعت جاذب نظر۔ قیمت ۶ر

## تفسیر سورہ لہب

استاذ امام مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ کی تفسیر سورہ لہب کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں عام خیال کی مدلل تردید کی گئی ہے کہ یہ سورہ بددعا ہے۔ ابولہب اور اس کی بیوی کے وجوہ ذکر نہایت اثر انگیز ہیں۔ اس تفسیر کی اصلی عظمت کا اندازہ صرف مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا۔ کتابت وطباعت بہترین، کاغذ نہایت عمدہ۔ حجم ۲۴ صفحے۔ قیمت ۶ر

## تفسیر سورہ کافرون

اس میں ہجرت اور برأت کا اصلی فلسفہ بیان کیا گیا ہے۔ اور نبوت کے مراحل و مقامات کی توضیح اس قدر حکیمانہ انداز میں کی گئی ہے کہ قرآن مجید کی بیشمار مشکلات آپ سے آپ حل ہوگئی ہیں۔ کتابت وطباعت بہترین۔ کاغذ عمدہ۔ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۴۰ صفحے قیمت ۴ر

منیجر